

عشق تمام مُکملی ﷺ

عالمہ نور محمد

یاک هو ما لشی ڈاٹ کام

تیری نظر میں ہیں تمام، میرے گزشتہ روز و شب
مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے علم نخیل بے رطب
تازہ مرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ ﷺ عقل تمام بولہب

"پھر میں بھی ایسا کچھ نہیں کروں گا۔ فیس قائل۔"
"کیوں ملنا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟ ہم دونوں
کے بیچ ایسا کچھ نہیں ہے سسر جسے ہم مل کر ڈسکس کریں
بہتر رہی ہوگا کہ آپ مجھے فون پر طلاق دے دیں ورنہ
مجھے عدالت کا دروازہ کھلکانا پڑے گا اور یقیناً اس سے
زیادہ اچھی جگہ ہم دونوں کے ملنے کی کوئی نہیں ہوگی۔"
دوسری طرف سے پکھت بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا گیا
اس نے ایک بار پھر موبائل کان سے ہٹا کر اسکرین کو
دیکھا لیکن اس بار اس کی آنکھوں میں الجھن تھی۔
"آپ کون ہیں۔" اس نے دوبارہ موبائل کان سے
لگاتے ہوئے پوچھا تو دوسری طرف سناٹا چھا گیا۔
"یو آر ناٹ مائی وانف۔" پختہ یقین تھا اس کے
لہجے میں۔

"آپ جو بھی کوئی ہیں میرے حالات سے واقف
ہیں لیکن میری بیوی سے نہیں۔ اگر آپ میری بیوی کو
جاتی ہیں تو آپ کو معلوم ہوتا کہ میری بیوی کو قطعہ بالکل
نہیں آتا۔" دوسری طرف سے اس کی بیوی کی نگرار پر
مزید گہری چپ لگ گئی تھی۔
"آپ کون ہیں؟" اس نے اپنا سوال دہرایا تو دوسری
جانب سے لائن کاٹ دی گئی۔
"یہ کون محترمہ نہیں اور میرے ساتھ کس قسم کا تم
کھیل رہی ہیں۔" وہ اتنا الجھ گیا کہ سامنے بڑی قائل میں
اسے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا اپنے سر شری کو اظہارِ ع
کردہ آفس سے نکل گیا۔

☆☆☆.....

"مجھے طلاق چاہیے۔" اوکے کا بٹن دبتے ہی دوسری
طرف سے کہا گیا اس نے موبائل کان سے ہٹا کر اس
طرح اسکرین کو دیکھا جیسے کہنے والا نظر بھی آ رہا ہو لیکن
ایک اجنبی نمبر کو بغور دیکھ کر رہ گیا۔ وہ دو سال سے اس
فون کال کا منتظر تھا جب کسی اجنبی نمبر سے اس کا بیل بٹتا
تو وہ چونک جاتا ذہن میں اس سے کئے جانے والے
سوال دہراتا اور دوسری طرف کسی اور کو موجود یا کر وہ دل
کے اندر کہیں بہت اندر ایک درد محسوس کرتا اور آج جب
بے حد مصروف انداز میں اپنا موبائل دیکھے اس نے کال
اوکے کی تو دوسری طرف وہ تھی جس سے فقط ایک بار ملنے
کے لیے وہ کتنی دعائیں مانگ چکا تھا۔
"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس نے گہرا سانس
خارج کی۔

"کیوں؟" آواز میں حیرت دہلائی تھی۔
"مے بغیر ہمارے بیچ یہ سب کیسے ہوگا؟" اس سے
لفظ "طلاق" نکلا۔
"فون پر۔" دوسری طرف سے اطمینان سے
مشورہ دیا گیا۔
"لیکن میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"
"مگر کیوں؟"
"کیوں اور کیا..... مجھے یہ سب نہیں پتہ بس مجھے تم
سے ملنا ہے۔" اس کی ضدی طبیعت آج بھر سے جاگ
اٹھی تھی۔
"مجھے آپ سے نہیں ملنا۔" چند لمحوں کی خاموشی کے
بعد جواب آیا۔

”آمن رضا سے ملو یہ ہے میرا نوجو فرینڈ اور اس پارٹی کا مہمان خصوصی۔“ جنید کی بات پر وہ مسکرا دیا اس کے ساتھ ایک انتہائی دلکش لڑکی کھڑی تھی۔

”آمن یہ میری وائف تانیہ جنید ہے۔“
 ”ٹائٹل ٹو میٹ یو۔“ تانیہ نے مسکرا کر کہا۔

”واؤ۔“ آمن نے اسے بغور دیکھا تھا وہ ایک خوبصورت ساڑھی میں بلبوس تھی اور وہ ساڑھی مکمل طور پر اس کا بدن چھپانے میں ناکام تھی۔

”یو آر لگی جنید کہ تمہیں اتنی خوبصورت وائف ملی ہے۔“ اس نے تانیہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تھا تانیہ نے اس سے ہاتھ ملایا لیکن اس کے لبوں کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

”تم لوگ باتیں کرو میں ڈرا اور مہمانوں کو دیکھ لوں۔“
 جنید نے مسکرا کر کہا۔

”شادی شدہ خواتین کے ساتھ بھی مسئلہ ہوتا ہے کہ ان سے صرف باتیں ہی کی جاتی ہیں۔“ اس کا انداز نہایت ہی بے باک تھا تانیہ کو اس کی نگاہیں لہپٹے اندر راترتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

”تم کیا چاہتے ہو؟“ جنید مسکرا دیا اور تانیہ کو محسوس ہوا کہ آمن کی نظرس اتنی غلیظ نہیں ہیں جتنی جنید کی مسکراہٹ۔

”کیا یہ میرے گال پر کس کر سکتی ہیں۔“ اگر اس لمحے وہ تانیہ مراد ہوتی تو اس کے گال پر پھنڈرے مارنی لیکن تانیہ جنید بننے کے بعد ایسی بے ہودہ تنگلو پر اسے مسکراتا ہوا تھا کیونکہ یہ اس کے شوہر کا حکم تھا۔

”تمہارا سٹینس آف ہیپر بہت اچھا ہے۔“ جنید نے تہمتہ لگاتے ہوئے اس کی تعریف کی۔

”سٹینس آف ہیپر یعنی مذاق کی حس۔“ کتنا بہترین نام دیا ہے جنید نے بدبودار کچڑ میں لہلی ہوئی بات کو۔ وہ سوچ کے رہ گئی جنید آگے بڑھ گیا وہ وہیں کھڑی رہ گئی کیونکہ آمن رضا آج کی اس پارٹی کا مہمان خصوصی تھا اور بہت بڑی انٹرنیشنل کمپنی کا مالک بھی ان کا بزنس

پاکستان کے علاوہ کئی ممالک میں تھا اور جنید چاہتا تھا کہ آمن رضا اس کے ساتھ کام کرے سو اب اپنی بہترین ”کمپنی“ تانیہ جنید کو آمن رضا کو دینی تھی۔

”ہیلو محترمہ کہاں گم ہیں۔“ آمن نے اس کے آگے ہاتھ لہرایا تو وہ چونکی۔

آمن نے پاس سے گزرتے ویٹر کو اشارے سے روکا اور گلاس اٹھالیا جبکہ اس نے جوس لیا وہ اس غلیظ چیز کو پیئے کے لیے خود کو آج تک تیار نہ کر پائی تھی۔

”گھر سیٹ کر لیا آپ نے۔“
 فی الحال تو اپنے آنٹی انکل کے ساتھ ہی ہوں کلکشن میں گھر ہے ان کا۔“ اس نے ایک ہی گھونٹ میں گلاس خالی کر دیا تھا۔

”آمن رضا کلکشن میں۔“ وہ چونکی۔
 ”کیوں آمن رضا کیا کلکشن میں نہیں رہ سکتا۔“ اس نے بھی چونک کر اسے دیکھا تھا۔

”آمن رضا۔“ وہ بڑبڑاتے ہوئے ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔

”کیا ہوا۔“ وہ اس کی بدلتی کیفیت پر حیران ہوا۔

”شہلا ہاشم درانی کو جانتے ہیں آپ؟“ اس نے اس یقین کے ساتھ پوچھا جیسے وہ لٹی میں سر ہلانے کا مگر وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چونکا۔

”آپ کیسے جانتی ہیں میری خالہ کو۔“ اس نے پوچھا اور تانیہ کو اپنے نوٹس نوٹس سے پسینہ پھوٹتا ہوا محسوس ہوا اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے گھر کی عمارت دھماکے سے اس کے سر پر آ گری ہو اس نے اتنی نفرت اپنے آپ سے بھی نہیں کی تھی جتنی اس وقت آمن رضا کو پہنچی دیتے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔ کیونکہ اس کمپنی کو عرف عام میں مردوں کو رجھانا کہا جاتا ہے اور وہ اس وقت آمن رضا کو رجھانے کی کوشش کر رہی تھی جو ”درانی ٹیلیس“ کا کمپن تھا۔

”میں ابھی آتی ہوں۔“ اس نے آنکھوں میں آنٹی کی کے باعث ٹیلیس جھکانی تھیں۔
 ”ہیلو آمن۔“ اس سے پہلے کہ وہ قدم آگے بڑھاتی

ایک لڑکی آ کر آمن سے لپٹ گئی۔
 ”ڈیوڑھی۔“ وہ دونوں گلے لگے ہوئے تھے آمن کا
 گال روشی کے گال سے بچ ہو رہا تھا۔ اور آمن کی انگلیاں
 اس کی کمر پر بیک رہی تھیں۔ دائیں رنگ کی میکسی جوینے
 سے تو ایزھیوں میں آ رہی تھی لیکن آنٹیوں کے ساتھ
 ساتھ کمر کا کپڑا بھی غائب تھا روشی بہت خوبصورت لگ
 رہی تھی وہ آگے بڑھ گئی۔ اگلے چند منٹ بعد وہ دونوں
 ڈانس کرنے والے میزوں میں شامل تھے۔

”تانیہ“ جنید آ کر اس کے سر پر دہلی آواز میں
 دھاڑا تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔
 ”میں نے تم سے کہا تھا کہ آمن کو اچھی طرح سمجھنی
 دینا پھر تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو اور روشی کو وہ کھو کیسے
 اس کے گلے کا ہار بنی ہوئی ہے۔“

”وہ دونوں ایک دوسرے کو پہلے سے جانتے ہیں۔“
 ”تو تم بھی جا کر جان پہچان بڑھاؤ گا۔“ اس
 نے غصے سے کہا تو وہ لب بچھینچ کر رہ گئی۔ وہ اب آمن
 رضا کا سامنا بھی نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے شوہر کا
 آرزو تھا وہ دیر سے دیر سے قدم اٹھالی آمن رضا کی
 طرف آ گئی۔

”ارے تانیہ آپ نے بتایا نہیں آپ کیسے جانتی ہیں
 میری آنٹی انکل کو؟“ اسے سامنے پا کر آمن رضائے
 ایک بار پھر پوچھا روشی اب اس کے بازو میں بازو ڈالے
 شراب پینے میں مگن تھی۔ وہ ان دونوں کے سامنے پڑی
 کرسی پر بیٹھ گئی۔

”وہ ہمارے پڑوسی تھے شادی سے پہلے ہاشم انکل
 کے دائیں طرف والا ہر میرا تھا۔“
 ”آپ کی شادی کو تین سال ہو رہے ہیں جبکہ آنٹی
 انکل تو ابھی تین ماہ پہلے ہی امریکہ سے آئے ہیں وہاں
 پر... پھر آپ ان کی پڑوسی کیسے ہوئیں۔ جبکہ اس صخر
 میں ہمیشہ تالا لگا رہتا ہے۔“

”آپ کو پاکستان آئے کتنے دن ہو چکے ہیں؟“
 ”آج آٹھ ماہ دن ہے۔“

”پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں ان کی پڑوسی نہیں
 ہو سکتی میں اپنے والدین کے گھر آتی رہتی ہوں۔“ وہ
 مسکرائی ”حقیقت کیسے بتاتی کہ کبھی درانی پیلس میں بس
 جانے کے لیے وہ کتنی بے قرار رہتی تھی۔“
 ”پھر آپ کب آئیں گی اپنے گھر تاکہ میں درانی
 پیلس میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کر سکوں۔“
 اس نے تانیہ کے آنے کے بعد جو تھا گلاس خالی کیا تھا۔
 ”کبھی نہیں بھلا میں وہاں آنے کے قابل ہوں۔“
 اس نے سوچا۔

”جب ہم بلاؤ۔“ پیچھے سے جنید نے کہا تھا اور تانیہ نے
 لب بچھینچ لیے حالانکہ جنید خود بھی اس کے درانی پیلس
 جانے کے خلاف تھا مگر آمن رضا کے ساتھ بزنس بھی
 ضروری تھا۔

”کل بیچ پرا جاؤ۔“ اس نے فوراً انوائٹ کیا۔
 ”اوکے۔“ جنید نے بھی فوراً جواب دیا۔
 ”روشی تم بھی آ جاؤ۔“ آمن اب روشی کو انوائٹ
 کر رہا تھا۔

”سوری ڈیئر میں کل مصروف ہوں۔“
 ”اوکے۔“ آمن نے ایک اور گلاس اٹھایا تانیہ
 مسلسل ہاں کے گلاس مگن رہی تھی۔

”ایسا ہے آمن کہ میں بھی کل دوپہر مصروف ہوں
 البتہ تانیہ آ جائے گی۔“ تانیہ نے چونک کر جنید کو دیکھا
 کل سنڈے تھا اور جنید کو کوئی کام نہ تھا لیکن اس نے
 جانے سے کیوں معذرت کر لی تانیہ جانتی تھی کہ جنید بھی
 چاہتا ہوگا کہ اس کی غیر موجودگی میں آمن کھل کر تانیہ کی
 پہنچی سے لطف اندوز ہو سکے اسے شوہر کے ان گھنیا
 بزنس طریقوں سے بہت گھم آتی تھی لیکن آمن رضا
 کی وجہ سے انتہا ہو چکی تھی ایک مصنوعی مسکراہٹ بھی اس
 کے لبوں پر نہا سکی۔

”یہ تو اور بھی اچھا ہے کہ تم بھی مصروف ہو۔“ آمن
 نے وہ گلاس بھی خالی کر دیا تھا۔

”آمن رضا تو گھنیا بہن میں جنید کو بھی پیچھے چھوڑ چکا

ہے۔" اس کا دل تڑپا تو آنکھیں بھیگ گئیں۔

"میں چلتی ہوں مجھے کچھ کام تھا جنید نے انویٹ کیا تو میں آ گئی۔" رومی یکدم کھڑی ہوئی تھی۔

"میں بھی چلتی ہوں تمہارے بعد میرے لیے اس پارٹی میں کوئی چارم نہیں ہے۔" وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔
"اوکے تانیہ کل ملاقات ہوگی۔" وہ براہ راست تانیہ سے بولا اور پلٹ گیا۔

"کل ذرا اچھی طرح تیار ہو کر جانا۔" پارٹی کے اختتام کے بعد جنید نے بیڈروم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"کاش کل آنے سے پہلے میں مر جاؤں۔" اس نے بے بسی کی انتہا پر پہنچ کر سوچا تھا لیکن کچھ نہ ہوا اور اسے جنید کے پسندیدہ سوٹ میں درانی تیلیس جانا پڑا۔

"ویگم..... میں آپ کا منتظر تھا۔" وہ اسے اندر لے آیا جہاں شبنم اور آنٹی اس کی منتظر تھیں۔ دونوں نے اسے گلے لگایا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" شبنم نے بے ساختہ اس کی تعریف کی وہ بھی جانتی تھی لائٹ اور ڈارک پرنٹس کنٹراسٹ میں آڑھا یا جامہ فرائگ اپنے بالوں کو رول کیے نقاست سے کئے گئے میک اپ نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے اپنی خوبصورتی پر وہ اتنی شرمندہ بھی نہیں ہوئی تھی۔ جتنی اس وقت اس گھر میں ہو رہی تھی وہ لوگ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے بھی کچھ دیر بعد ملازم لاوازمات لے آیا تھا۔

"میم کے لیے اورنج جوس لے آؤ۔" آمن نے کہا تو اس نے چونک کر اسے دیکھا کل پارٹی میں اس نے یہ بات نوٹ کر لی تھی کہ وہ شراب نہیں پیتی۔

"نورین میرا لچ کہاں ہے؟" باہر سے آتی عاجزی سے بھرپور اس آواز پر تانیہ نے بے ساختہ پہلو بدلا اس نے غیر ارادی طور پر اپنا دوپٹہ اپنے کندھوں پر پھیلا یا تھا لیکن ٹشو کا دوپٹہ اس کے عمریاں بازو چھپانے میں ناکام رہا اور اس کی یہ بے چینی آمن رضائے بغور دیکھی گئی۔

"آپ چلیں میں لاتی ہوں۔" دوسری آواز آئی۔
"میں نہیں ہوں آپ لے آئیں کیونکہ آپ ٹھہری مصروف خاتون بھول گئیں تو بس..... بھوکے مرنے والی الحال میرا ارادہ ہرگز نہیں ہے۔" کہنے والا لہجہ شرابی تھا۔
"افوہ باتیں تو اچھی کر لیا کریں۔" نورین چٹکی سے بولی تھی جواباً خاموشی چھا گئی۔

"ارے بھئی آج چاند کہاں سے نکل آیا۔" شبنم سے چھوٹا فرقان اندھا تے ہوئے بولا تھا وہ اتنی ڈسٹرب ہو چکی تھی کہ مسکرا بھی نہ سکی۔

"ارے تانیہ آئی ہے۔" اس کے پیچھے ہاشم درانی تھے۔

"کیسی ہو بیٹا؟"

"جی ٹھیک ہوں۔" اس نے بمشکل خود کو کنٹرول کیا تھا در نہ جی چاہ رہا تھا کہ اٹھ کر وہاں سے بھاگ جائے۔

"بیگم صاحبہ کھانا لگ گیا ہے۔" ملازم نے آ کر شہلا آنٹی سے کہا تھا تو وہ سب اٹھ کر باہر آ گئے۔

"آپ نے بات کی اس سے؟" لچ کے دوران ہاشم درانی نے اچانک ہاتھ روک کر شہلا درانی کو دیکھا تھا۔

"آپ خود کر لیں اسے دیکھتے ہی مجھے تو گھبراہٹ ہوتی ہے۔" آنٹی نے لچ اور کانٹے سے نقاست سے کھاتے ہوئے جواب دیا۔

"نورین بیگم کو بلاؤ۔" ہاشم درانی کے جملے پر تانیہ کے حلق سے نوالہ اترتا مشکل ہو گیا۔

"بڑے صاحب چھوٹی بی بی گھر پر نہیں ہیں۔" نورین کے جواب نے اس کی سانس بحال کی۔

"لیکن ابھی تو وہ گھر پر تھی تم سے لچ کے لیے کہہ رہی تھی۔" شبنم نے چونک کر پوچھا۔

"وہ سامنے والے بنگلے کے چوکیدار کا بچہ بیٹھیوں سے گر گیا ہے اس کی بیٹنگ توج کرنے لگی ہیں۔"

"اوہ ٹو۔" فرقان نے کوفت سے کہا۔ تانیہ اور آمن کے علاوہ سبھی کے چہرے پر بے زاری تھی۔ جب وہ لوگ

لج کے بعد لاؤنج میں آئے تھے تب وہ اندر داخل ہوئی۔
تانیہ نے آمن کو بری طرح چمکتے ہوئے دیکھا تو اس
کے لیوں پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”میمینہ۔“ ہاشم درانی کی آواز پر سر جھکائے آگے
بڑھتی وہ لڑکی جتنا آمن رضا کی نگاہوں کا مرکز بن گئی رک گئی۔
”یہاں آ کر بیٹھو۔“

”آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے۔“ اس کی نگاہیں اس
حد تک جھگی ہوئی تھیں کہ آمن رضا کو لگا اس کی آنکھیں
بند ہیں ماتھے سے لیکر ٹخنوں سے ذرا اوپر تک اس کی وسیع
دعریض سفید چادر پیروں میں سفید موزے اور بیدان
رنگ کے کپڑے کے جوئے آمن رضا نے بے حد تعجب
سے اسے دیکھا تھا۔

”مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔“ انہوں نے کہا
تو وہ آگے بڑھی اور میز کے پیچھے بیٹھ گئی اس طرح
بیٹھنے سے اس کے کندھے اور چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔
”اوپر صوفے پر بیٹھو۔“ ہاشم درانی نے ناگواری سے
اسے دیکھا تھا۔

”آپ کو مجھ سے کیا کام تھا۔“ اس کی نظریں ہنوز جھگی
ہوئی تھیں۔ انہوں نے کچھ دیر چپ رہ کر اس کے اوپر
بیٹھنے کا انتظار کیا۔

”مجھے چاہیے لاکھ روپے چاہئیں رضا آ جائے گا تو
میں تمہاری یہ رقم تمہیں لوٹا دوں گا۔“ انہوں نے لب بچھتے
اپنی بات کا آغاز کیا تھا۔

”میرے پاس صرف دس لاکھ روپے ہیں اگر آپ
کے کسی کام آ سکتے ہیں تو میں وہ آپ کو لادیتی ہوں۔“ اس
کی نظریں جھگی ہوئی تھیں اس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔

”دس لاکھ روپے کیا بکواس کر رہی ہو۔“ ہاشم اور شہلا
تو حقیقتاً اچھل پڑے۔

”باقی پیسے کہاں ہیں؟“ ہاشم نے پوچھا تھا۔
”میں نے خرچ کر دیئے۔“

”نوے لاکھ روپے تم نے خرچ کر دیئے وہ بھی تین
سال میں۔“ ان کی بات پر سب نے حیرت سے اسے

دیکھا۔ سوائے تانیہ کے اور آمن رضا کے لیے تو اس کا
روپ ہی باعث حیرت تھا۔

”میں تمہارا اور ماں کا خرچ بھیج رہا تھا ناں..... پھر تم
نے نوے لاکھ کہاں خرچ کر دیئے۔“

”جواب میرا اور دادی امی کا خرچ بھیجتے تھے وہ ہی تو
دس لاکھ روپے کی صورت میں میرے پاس ہیں۔“

”واٹ! ہاشم بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔
”تم نے پورے ایک کروڑ روپے خرچ کر دیئے لیکن
کہاں؟“ شہلا نے الجھن لیے پوچھا تھا۔

”مما پاپا کی مغفرت کے لیے میں نے وہ رقم خیرات
کر دی۔“ بے حد اطمینان سے اس نے جواب دیا۔ اور
پورے کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

”خے..... خیرا.....ت۔“ ہاشم کا سانس حلق میں
اچھ گیا تھا۔

”شہلا! لڑکی سے کہو یہاں سے جائے۔“ ان کے
ہاتھوں میں واضح کچپکاپ ہٹ گئی۔

”میمینہ آؤٹ۔“ فرقان نے غصے سے کہا تھا وہ آرام
سے اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

”یہ..... لڑکی..... ایسا کیسے کر سکتی ہے؟“
”یہ ہماری غلطی تھی ہاشم کہ اسے ہم نے آپ کی ماں
کے حوالے کر دیا تھا وہ جو کچھ آپ کو نہ سکھا سکیں وہ سب
گھول کر اس کے اندر ڈال گئیں۔“ شہلا نے دانت
کچپکپاتے ہوئے کہا تھا۔

”ہوں..... اور شاید اس غلطی کا خمیازہ اب سزای
زندگی بھگتنا ہے ہمیں۔“ وہ عذر حال سے اپنے کمرے کی
طرف بڑھے تو شہلا ان کی دلجوئی کے خیالی سے پیچھے
چلی گئیں۔

”آپ نے یہ چیک دیا ہے۔“ چند لمحوں بعد نورین
اندر داخل ہوئی تھی فرقان نے اس کے ہاتھ سے چیک
لیا اور چلا گیا۔

”یہ کون ہے؟“ آمن رضا ابھی تک سکتے میں تھا۔
تانیہ کا جی چاہا اسے بتائے کہ یہ کون ہے؟ ”مگر وہ چپ

34

رہی آمن رضا اگر ابھی تک بے خبر تھا تو یقیناً اسے جان بوجھ کر نشانہ بنایا گیا تھا۔

”تمہاری بیوی۔“ شینہ نے کہا تو آمن رضا اچھل پڑا جبکہ تانیہ نے بھی تعجب سے شینہ کو دیکھا اگر ابھی تک نہیں بتایا تھا تو اب یوں اچانک بتانے کی وجہ کیا ٹھہری؟ لیکن یہ بات شینہ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی اس کے چہرے پر صاف صاف لکھا تھا۔

”اس جیسی منہ زور لڑکی کو صرف آمن ہی ٹھیک کر سکتا ہے۔“

”کیا کہہ رہی ہو شینہ؟“ وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”چھوٹی عمر میں تم دونوں کا نکاح ہو گیا تھا۔“

”بچپن میں نکاح..... مگر وہ کیوں؟“ اس پر اس کے لہجے میں حیرت کم دلچسپی زیادہ تھی۔

”اصل میں ماما کی ایک فرزند تھیں مسز رباب ظاہر وہ بے لونا دائی تھیں اور انہیں یہ بھی ہی سمجھ بہت پسند تھی انہوں نے اسے ماما سے مانگ لیا انہوں نے ماما پاپا سے کہا تھا

کہ وہ اپنی ساری پر اپنی بیمنہ کے نام کر دیں گی لیکن ماما اچھکھاٹ کا شکار تھیں کیونکہ وہ امریکا سٹیل ہو رہی تھیں تب

شاکلا آئی نے کہا کہ آمن اور بیمنہ کا نکاح کر دیتے ہیں تاکہ وہ کہیں بھی رہے اسے تا نہیں پڑے۔ اس تجویز پر

سب راضی ہو گئے اس طرح تمہارا اور بیمنہ کا نکاح ہو گیا اور باب آئی اسے نے کر امریکہ چلی گئیں۔ دس سال

تک یہ ان کے ساتھ رہی پھر ہم سب بھی امریکہ سٹیل ہونے کے ارادے سے وہاں چلے گئے جب ہم وہاں

پہنچے تو اسی رات وہ باب آئی اور طاہر انکل کا قتل ہو چکا تھا۔ یہ سب بیمنہ نے اپنی آنکھوں سے ہوتے دیکھا تھا اور قاتل

فرار ہونے میں کامیاب رہے۔

”آپ پولیس کو بتائیں گی وہ لوگ کون تھے؟“ پاپا نے اس سے پوچھا لیکن یہ ہنسی پر ہنسی ہوئی۔ پھر پاپا نے اس کا بہت علاج کر دیا لیکن یہ تو ابھی خاصی سائیکو

کیس بن گئی تھی۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا اس پر خاص توجہ دی

جائے لیکن اس وقت ماما پاپا اٹھائیس ہونے کی کوشش کر رہے تھے ان کے پاس تو بالکل وقت نہیں تھا۔ دادی

ای کو پتہ چلا کہ بیمنہ کی یہ حالت ہو چکی ہے کہ اب وہ اسکول بھی نہیں جاسکتی ہے وہاں بھی مجبوری ہو کر رہی ہے

تو دادی امی نے پاپا سے کہا کہ اسے پاکستان بھیج دیں تب ماما پاپا نے اسے پاکستان دادی امی کے پاس بھیج دیا پھر پاپا

نے اس کی پر اپنی کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ بیمنہ کے اکاؤنٹ میں ایک کروڑ روپے ہیں۔ مگر رباب

آئی کے نام تھا وہ ان کے بوائے فرینڈ نے اپنے نام کروا کے ان کا قتل کر دیا اور پرنس طاہر انکل کا تھا جو ان کی گرل

فرینڈ نے اپنے نام کروا کے ان کا قتل کر دیا۔ بیمنہ تیس سال کی ہوئی تو اس کے وکیل نے پاپا سے کہا کہ وہ اس کی

رقم اس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرویں تو آج تین سال بعد وہ کہہ رہی ہے کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے اس نے

سارا پیسہ خیرات کر دیا۔“ شینہ آمن کی بھائی تھی اس کے بڑے بھائی ذیشان کی بیوی۔

”تمہیں بھی یقین نہیں آ رہا ناں کہ وہ ایک کروڑ خیرات کر سکتی ہے۔“

”وہ ایک کروڑ کیا ایک ارب بھی خیرات کرے آئی ڈونٹ کیئر۔ میں تو صرف اس بات پر حیرت کر رہا ہوں

ٹی ازمائی وائف۔“

”لغت سمجھو اس کی شکل پر تمہارے ساتھ وہ کہیں سے بھی سوٹ نہیں کرتی ہے بھلا اس کا اور تمہارا کیا

میل۔“ شینہ کے لہجے میں ذہنی بہن کے لیے بہت حقارت تھی تانیہ پہلو بدل کے کہتی۔

”یہ تو سچ کہا شینہ نے کہ ان دونوں کا کیا میل۔“ بیمنہ اس کے نام کے معنی ہیں۔

”سیدھی راہ پر چلنے والی۔“ اور آمن..... مگر ذہنی کی انتہا پر۔“

”میں چلتی ہوں۔“ وہ یکدم کھڑی ہوئی۔

”ارے بیٹھو ناں۔“ شینہ نے چونک کر اسے دیکھا جبکہ آمن رضا بھی اسے دیکھنے لگا۔

”پھر آؤں گی مجھے کچھ ضروری کام تھا۔“ وہ بغیر
رکے باہر نکل گئی تب اس نے میمنہ کو لان میں دیکھا تھا
وہ اپنے بڑھتے قدموں کو اس کے قریب جانے سے
تھیں روک پائی۔

”کیسی ہو میمنہ۔“ وہ نیچے لان میں گھاس پر بیٹھی ننھے
سے پودے کو دیکھ رہی تھی۔ تانیہ کی آواز پر اس نے اس کی
طرف دیکھنے کا کلف نہیں کیا تھا۔

”کیسا ہو سکتا ہے وہ شخص جسے انکی پکڑ کر سیدھی
راہ پر چلانے والا اس کا رہنما گمراہی کے راستے
پر چل پڑے۔“

”میمنہ میں مجبور ہوں۔“ وہ لب کانتے ہوئے بولی۔
”یہ بہت بڑی دلیل ہے۔“ اس کے کہنے پر تانیہ
کچھ ہرولنے لگی۔

”اگر میں ایک دن جنید کی بات نہ مانوں تو وہ سزا کے
طور پر کئی دن کے لیے میرا بیٹا مجھ سے چھین لیتا ہے۔“
”جنید بیٹا چھین لیتا ہے اسی لیے گناہ کرتی ہیں گناہ
کرتے ہوئے یہ خوف نہیں آتا کہ اللہ عزوجل نے چھین
لیا تو کیا کریں گی۔“

”میمنہ۔“ وہ گھٹنوں کے تل بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے
چہرہ چھپا کر بری طرح رونے لگی۔

”آپ میرے سامنے مت آ یا کیجیے مجھے شرم آتی ہے
ایسے شخص کو دیکھ کر جس کے دل میں اپنے جیسے ہی ایک
انسان کا خوف اس قدر ہے کہ وہ اپنے رب سے دور ہو گیا
ہے اللہ عزوجل کے آگے بھی یہ دلیل پیش کریں گی کہ
آپ مجبور ہیں کیا مجبوری تھی.....؟ عشت کی.....! جو آپ
کو جنید سے ہوا گناہوں سے لتھڑے اس شخص کو آپ
پہلے سے جانتی تھیں آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ اسے بدل
لیں گی اس میں کیا آپ کی مجبوری تھی۔“

”ہو جاتی ہیں عورتیں مجبور ہو جاتی ہیں۔“ وہ یکدم چینی
تو میمنہ نے تاسف بھری نظر اس پر ڈالی پھر پودے کو
دیکھنے لگی۔

”تم بھی میمنہ اب میرے جیسی زندگی جیننے والی ہو

آمن رضا جنید سے زیادہ گمراہ ہے وہ جنید سے زیادہ
بدر کردار بھی ہے گھٹیا پن میں وہ جنید سے دس قدم آگے ہے
وہ شرابی ہے جواری ہے وہ بہت برا ہے بہت برا۔“

”اگر میں آمن رضا کو نہ بدل سکی تو میں خود کو بھی نہیں
بدلوں گی۔“ اس نے پورے اعتماد کے ساتھ تانیہ کو دیکھا
تھا تانیہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

”میں دعا کروں گی کہ ایسا ہی ہو حالانکہ ایسا ہونا بہت
مشکل ہے۔“

”اور میں چاہوں گی کہ آپ صرف اپنے لیے
دعا کریں کہ اللہ عزوجل آپ کو مزید اس راستے پر نہ
چلائے۔“ کہہ کر اس نے اپنا رخ دوبارہ اس
پودے کی طرف کر لیا تانیہ نے لمحے بھر وہاں کھڑی رہی
پھر پلٹی تو وہ دم بخود رہ گئی آمن رضا اس کے پیچھے
کھڑا تھا اور پتہ نہیں کہ کب سے کھڑا تھا وہ اسے نظر
انداز کرتی آگے بڑھ گئی تھی۔

”میمنہ۔“ آمن کی آواز پر وہ چونک کر پلٹی پھر
کھڑی ہو گئی۔

”آپ کو پتہ ہے یور مائی وانف۔“ وہ ابھی تک
حیران تھا اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

”امیڑنگ پار..... جس لڑکی کو میں آج پہلی بار دیکھ رہا
ہوں وہ میری بیوی ہے۔“ وہ ٹکے سے ہنسا اور پھر اسے
بخور دیکھنے لگا لیکن دیکھنے کے لیے تھا ہی کیا سوائے چادر
کے..... سفید چادر جس پر ریشم سے کہیں نہیں گلاب کے
پھول بنے ہوئے تھے اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اس
کے ہاوجود آمن رضا کی نظریں اسے اپنے اندر اترتی
عسوس ہو رہی تھیں۔

”اور مجھے یقین ہے آپ اس رشتے کو نبھانے کے
بجائے شتم کرنے کو ترجیح دیں گے۔“ اس کی آواز وہی تھی
اس کے لہجے میں بے پناہ اطمینان تھا۔

”آپ کو اس بات کا یقین کیوں ہے؟“ وہ مسکرا دیا۔
”ہم دونوں میں کچھ بھی مشترک نہیں ہے ہم
دونوں ساتھ نہیں رہ سکتے یہ بات سٹے ہے پھر ہمیں

وقت ضائع کرنے کے بجائے اپنی اپنی منزل کا سفر جاری رکھنا چاہیے۔

یہیہ کو۔“
”دیکھ چکا ہے اور انٹرنٹ بھی لے رہا ہے اس میں۔“

”اور ہماری منزلیں کیا ہیں۔“

”اللہ اعلم۔“ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی جبکہ وہ پیچھے کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر کافی دن گزر گئے پہلے بھی کوئی یہیہ سے بات نہیں کرتا تھا اس کا نام نہیں لیتا تھا اب کوئی اس کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ آمن رضا کی فیملی آگئی تھی آمن نے جنیہ سے تانیہ کا گھر خرید لیا تھا آمن کی بہن ترنم فرکان کی وائف تھیں۔

”رنکی۔“ حیرت سے انہوں نے شبینہ کو دیکھا۔
”آپ خود بات کیجئے انکل وہ اس کے پیچھے وقت برباد کر رہا ہے۔“

”ایسا کرو تم آمن کو میرے روم میں بھیجو۔“ وہ خود اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے کچھ دیر بعد وہ ان کے روم میں تھا۔

”میرے خیال سے ہمیں اب آمن اور یہیہ کی شادی کی تیاری کرنی چاہئے۔“ ذیشان اور ترنم کو اپنے گھر میں آباد خوش دیکھ کر مینے بھر میں رضا عثمان کو اپنے سب سے زیادہ لاڈلے بیٹے کا خیال آیا تھا یہ مرحلہ سب سے مشکل تھا۔ انہوں نے یہیہ کو ایک ہی بار دیکھا تھا اگر غور کرتے اس پر تو یقیناً یہ نہیں کہتے۔

”پاپا آپہا نے مجھے بلایا۔“
”ہاں آؤ۔“ وہ صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے وہ ان کے قریب دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔
”شبینہ نے بتایا کہ تم یہیہ میں انٹرنٹ لے رہے ہو۔“

”عجب لڑکی ہے وہ پاپا سامنے والا نہ بھی چاہے تب بھی اس میں انٹرنٹ لے گا۔“ اس کے لمبوں پر آنے والی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

”جبکہ میرا خیال ہے ہمیں یہیہ اور آمن کے رشتے کو ختم کر دینا چاہئے۔“ شائلکہ نے کہا تو انہوں نے چونک کر پہلے شائلکہ کو اور پھر شبینہ کو دیکھا۔
”انکل یہیہ انتہائی عجیب قسم کی لڑکی ہے آمن سے بالکل الگ۔“

”وہ لڑکی تم سے الگ ہے بلکہ بہت الگ ہے کیسے گزرا ہو گا اس کے ساتھ۔“ شبینہ نے مجھے بتایا کہ وہ اپنی ساری پراپرٹی خیرات کر چکی ہے اور خالہ سے بھی زیادہ بیک ورڈ ہے تو پھر.....! تم کیسے اس میں اس حد تک انٹرنٹ لے سکتے ہو کہ شادی نہانے کی باتیں کرو۔“ انہوں نے اچھتے ہوئے لہجے میں پوچھا تو وہ کھٹکھٹا کر ہنس پڑا۔

”انکل اس کی پرورش دادی امی نے کی ہے اور ان کا بہت گہرا رنگ ہے اس پر بلکہ خود دادی امی سے بھی کئی گنا آگے دادی امی کو میں نے بھی اتنی بڑی حادد مسلسل اوڑھے ہوئے نہیں دیکھا جیسی وہ اوڑھے رہتی ہے کسی پارٹی فنکشن میں شرکت نہیں کرتی حالانکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے دادی امی ہماری سالگرہ وغیرہ میں شرکت کرتی تھیں۔“

”ڈونٹ وری کیا پاپا میں اسے سیدھا کروں گا۔“
”کہیں وہ تمہیں سیدھا نہ کر دے۔“ ان کے لمبوں سے نکلنے والے اس جملے نے اس کی پیشانی پر ان گنت گل ڈالے۔

”لیکن اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ڈاکٹر ہے۔“ انہوں نے شبینہ کی بات کاٹ دی۔

”تانیہ سے ملے ہیں ناں آپ..... یہاں کا دکھایا ہوا راستہ ہے جس پر وہ محترمہ چل رہی ہیں جب راستہ دکھانے والا بدل سکتا ہے تو راستے پر چلنے والا کیوں نہیں بدل سکتا۔ اس نے حقارت زدہ لہجے میں کہا تھا پاپا اسے

”ڈاکٹر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا رازخ نہیں پھر سکتا۔“ شائلکہ چل کر بولیں۔

”آمن جانتا ہے اسے..... دیکھا ہے اس نے

خاموشی سے دیکھنے لگے۔ پھر شام کو وہ درانی مجلس آئے تھے کوئی بھی اس پر غصے پر گرم جوشی نہ دکھا رہا تھا۔

”رضانم غلطی کر رہے ہو اپنے گھر کا سکون درہم برہم کرو گے آمن کی اور اس لڑکی کی کبھی نہیں بنے گی۔“ ہاشم نے یہ سنتے ہی کہ وہ ڈیٹ فکس کرنے آئے ہیں فوراً کہا تھا۔

”ہاشم بچی ہے پاروہ..... اگر ہماری انگلی زخمی ہوگی تو اسے کاٹ کر تو پھینکا نہیں جاسکتا اس کا علاج کیا جائے گا۔ ایسے ہی ہمیں کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے۔“

”وہ زخم نہیں ہے رضانا سور بن چکا ہے اسے کاٹ دینا ہی بہتر ہے۔ جانتے ہو اس نے کیا کیا.....؟“

”جانتا ہوں اس نے اپنی ساری پراپرٹی خیرات کر دی ہے اور یہ میری نظر میں کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے لیکن اتنی بچوں کو جو رہنمائی ملے وہ وہی کرتے ہیں۔“

”اب اس کا شین اتیج ختم ہو چکا ہے اب وہ میچور ہو چکی ہے اور میں تمہیں یہ پرانا واقعہ نہیں سنانا چاہتا ہوں..... ایک نئی بات جو مجھے بھی کل ہی پتہ چلی ہے۔“

”ہاں میں نے کہا تو شہلانے لب بھینچ لیے۔“

”وہ اس گھر میں بکنے والا کھانا نہیں کھاتی۔“ ہاشم نے کہا تو وہ بے اختیار مسکرائے۔

”بہت سے بچوں کو عادت ہوتی ہے وہ باہر کا کھانا پسند کرتے ہیں۔“

”وہ اسی گھر میں اپنا الگ کھانا کاتی ہے۔“

”کیا مطلب؟“ ان کی مسکراہٹ حیرانگی میں بدل گئی۔

”بچی میں نے اس سے بھی پوچھا تھا جانتے ہو اس نے کیا جواب دیا۔“

”میں اپنے بدن کو حرام نہیں کھلا سکتی۔“

”سن رہے ہو رضامیری کمانی حرام ہے جو وہ اپنے بدن کو نہیں کھلا سکتی۔ ہاشم کے کہنے پر رضانے لب بھینچ لیے۔“

”تم نے پوچھا نہیں بلڈرز ہونے میں حرام کیا ہے۔“

”تم کیا سمجھتے ہو میں نے نہیں پوچھا ہوگا۔“ وہ تلخ ہوئے۔

”پھر کیا جواب دیا اس نے۔“

”آپ سو لیتے ہیں سو حرام ہے۔“

”اب تم کہو میں کیا کہتا۔“ ہاشم نے انہیں دیکھا۔

”تمہیں کہنا چاہئے تھا کہ اب جب وہ ڈاکٹر بن گئی ہے تب اسے اس بات کا خیال آ رہا ہے بچپن سے لے کر تم نے اس پر اب تک جو خرچ کیا ہے تب اسے خیال نہیں آیا کہ یہ حرام کمانی ہے۔“ انہیں یکدم غصا گیا تو ان لوگوں کے لب بھینچ گئے۔

”وہ چار سال کی تھی جب ہم نے اسے سد باب کو دیا تھا وہ چندہ سال کی تھی جب رباب کی ڈاٹھ ہوئی اور وہ واپس ہمارے پاس آئی تب ہی میں نے اسے ماں کے پاس بھیج دیا تھا آٹھ سال بعد میں خود واپس پاکستان آیا ہوں اس عرصے میں میں نے اس کے اور ماں کے خرچ کے لیے جنسی بھی رقم بھیجی تھی وہ دس لاکھ روپے ہیں جو وہ مجھے واپس کر چکی ہے۔“

”پھر اس نے خود کیا کیا۔“ وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

”ماں کی پاک اور حلال کمانی سے اس کی پرورش ہوئی ہے۔“

”انیس سال کی عمر سے وہ خود جا ب کر رہی ہے۔“

”لیکن کیا اس کی سیلری اتنی تھی کہ وہ اپنی کار میں پیٹرول بھی ڈلوا سکتی پھر اس نے میڈیکل کی تعلیم کیسے حاصل کی۔“ وہ بھی شاید آج ہی ہمیں کے ہر پہلو سے آشنا ہونا چاہتے تھے۔

”وہ گاڑی استعمال نہیں کرتی اس کے پاس سو ہائل فون بھی نہیں ہے اس کے پاس صرف پانچ چھ کپڑے ہوں گے گاؤں میں تمہیں اس کا گھر دکھاؤں۔“ ہاشم ان پر انکشافات کی بوجھا ڈ کر رہے تھے وہ اس کے کمرے میں آگئے دروازہ کھلتے ہی رضانا پھر گئے پورا کمر خالی تھا ایک طرف لکڑی کا ایک ویلف تھا اس میں کتابیں تھیں اس

فیصلہ کیجیے۔“

”میری طرف سے فیصلہ آپ کریں..... اگر میں آپ کی بیٹی ہوتی تو کیا آپ ایسے شخص سے میری شادی کرتے جس کے پاس مجھے کھلانے کو ایک روٹی نہ ہوتی دنیاوی عیش و آرام اس کے خواب میں بھی گزرے نہ ہوتے۔ یقیناً آپ اس سے میری شادی ہرگز نہ کرتے لیکن..... اگر میں اس کے پیار میں مرنے لگتی تو آپ پہلے اس شخص کو اپنے لیول پر لاتے اسے اس قابل کرتے کہ وہ مجھے دنیا کے تمام عیش و آرام مہیا کر سکے پھر آپ اس سے میری شادی کرتے۔“ وہ بہت دھمکی آواز میں ان سے مخاطب تھی۔ اس کی بہنوں چادر میں گھس گھس اس کی آنکھوں کا کیا رنگ تھا وہ نہیں دیکھ سکے لیکن ایک چیز جسے دیکھنے کے لیے کسی مشقت کی ضرورت نہ تھی وہ تھا اس کا اطمینان..... اس کے چہرے پر پھیلا سکون۔

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“ وہ اٹھتے تھے۔

”میں نے آپ کو آپ کے طریقے سے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ آپ کا بیٹا میرے لیول کی چیز نہیں ہے یا تو اسے میرے لیول پر لاتے میں یا پھر اس نکاح کو ختم کریں۔“ اس کے دو ٹوک انداز پر انہوں نے بے اختیار ہنسنے لگا۔

”اگر میں کہوں کہ میں دونوں میں سے کوئی کام نہیں کر سکتا پھر۔“ کن کے کہنے پر وہ چپ رہی۔

”کو کے میں کوشش کروں گا آپ آمن کے ساتھ خوش رہیں۔“ طویل خاموشی سے اکتا کر وہ کھڑے ہوئے تھے۔

”دعاؤں کے بغیر کوششیں کبھی کامیاب نہیں ہوتیں۔“ کہہ کر وہ ان سے پہلے باہر نکل گئی اور وہ سن کھڑے رہ گئے۔ دعائیں تو شاید انہوں نے بھی مانگی ہی تھی اور مانگنے کی انہیں ضرورت بھی نہ تھی انہیں بن مانگے سب کچھ مل رہا تھا اسی لیے وہ بھول گئے تھے کہ اللہ عزوجل سے دعا مانگنے کے لیے کسی ضرورت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

کے ساتھ ہی یہ نچایک گدا بچھا ہوا تھا سر ہانے تکیہ تھا۔

”یہ تمہارے ساتھ کیوں رہ رہی ہے۔“ رضا شاک ہونے لگے۔

”صرف آمن رضا سے طلاق کے لیے..... آپ آمن سے کہیں بھائی کہ اسے طلاق دے دے۔“ شہلانے واپس آتے ہوئے پہلی بار لب کھولے تھے لیکن ان کے لب پہنچ گئے کیونکہ وہ اپنے لاڈلے کو بہت اچھی طرح سے جانتے تھے اگر آمن رضا کے علم میں یہ سب کچھ تھا تو وہ کبھی طلاق نہیں دے گا کیونکہ وہ ہمیشہ وہی چیز پسند کرتا ہے جو سب سے الگ ہو اور یہی اس کی زندگی میں آنے والی سب سے الگ لڑکی تھی بلکہ بہت الگ لڑکی تھی۔

”میں یہیہ سے ملنا چاہوں گا۔ کہاں ہے وہ؟“ انہوں نے کہا تو ہاشم نے ایک گہرا سانس لیا۔

”مطلب تم اور تمہارا بیٹا نہیں سمجھائی اسے یہ تمہارا براہیم ہے لیکن یہ توقع مت رکھنا کہ میں اس کے کسی بھی فعل کا ذمہ دار ہوں گا تم لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہو یا وہ تمہارے ساتھ کیا کرے گی مجھے اس بات سے کوئی مطلب نہیں ہوگا لیکن اس وجہ سے شبینہ یا ترنم کی زندگی میں کوئی براہیم نہیں ہونا چاہئے۔“

”میں آمن تک تمہارا یہ فیصلہ پہنچاؤں گا فی الحال یہیہ کہاں ہے اسے بلاؤ۔“ انہوں نے کہا تو ہاشم اٹھ کر چلے گئے۔ شہلانے نورین سے کہہ کر اسے بلوایا اور خود بھی چلی گئیں کچھ دیر بعد وہ آئی۔

”اسلام علیکم۔“ وہ نیکل کے پیچھے کارپٹ پر بیٹھ گئی۔

”وعلیکم السلام! اپنی زبان سے انا ہونے والے یہ لفظ نہیں خود کو ہی انجی لگ رہے تھے۔“

”میں آپ کی رحمتی کی ڈیٹ فکس کرنے آیا تھا آج۔“ وہ کہہ کر اسے دیکھنے لگے۔

”آپ غلطی کر رہے ہیں آمن میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔“ اس کا سر اٹھا ہوا تھا اور نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

”آمن اپنا فیصلہ خود کر سکتا ہے..... آپ اپنا

”آمن شی ازہ بری ڈیفرنٹ گرل تم اس کے ساتھ واقعی نہیں رہ سکتے۔“ کچھ دیر کے بعد وہ آمن رضا کے روم میں تھے۔

”یہ فیصلہ مجھے کرنا ہے پاپا۔“ وہ صوفے پر بیٹھے تھے وہ بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گیا۔

”آمن ہاشم نے مجھے اس کے متعلق بہت سی باتیں بتائی ہیں اور شاید بہت زیادہ ہم سے پوشیدہ بھی ہیں اسکا لڑکی کسی بھی طرح ہزاری سوسائٹی میں موو نہیں کر سکتی۔“

”افوہ پاپا آپ اتنا کیوں کنفیوز ہو رہے ہیں۔“ وہ جھنجھلایا۔

”آمن میرا خیال ہے تم اسے طلاق دے دو۔“ وہ سنجیدہ تھے وہ حیرانگی سے نہیں بغور دیکھنے لگا۔

”آمن وہ لڑکی بچپن میں ایب نارل رہی ہے اس کی جو حالت ہوتی تھی وہ ہم نے دیکھی ہے تم نے نہیں تم اس سے کبھی جفا نہیں کر سکو گے تم نے اس کے لیے جو بھی پلاننگ کر رکھی ہو، طے ہے کہ کاشی تمہیں ہی ہوگی۔“

”آپ مجھے چیخ کر رہے ہیں پاپا۔“

”میں تمہیں صرف سمجھا رہا ہوں آگے تمہاری اپنی مرضی۔“ وہ کھڑے ہو گئے وہ لب بچنے نہیں جاتا دیکھتا رہا تھا۔

”کیا چیز ہو تمہیں۔“ اس نے بے اختیار سوچا وہ چندرہ میں دن شہلا آئی کے گھر رہا تھا اسے معلوم تھا کہ وہ الگ کھانا پکاتی ہے یہ دیکھ کر اسے حیرت ہوتی تھی کہ وہ پانچ چھ گاڑیوں کی موجودگی میں بس سناٹی جاتی تھی اس کے پاس موبائل نہیں تھا وہ چاہتی تو کسی اچھے ہسپتال میں جا ب کر سکتی تھی لیکن وہ ایک سرکاری ہسپتال میں جا ب کر سکتی تھی۔

”شام کو سینما پی میڈیکل اسٹوڈنٹ کونیشن چڑھاتی ہیں اسی لیے دیر سے گھر آتی ہیں۔“ یہ سیدہ کا پوچھنے پر نورین نے یہ اطلاع دی تھی اس کے کمرے میں کوئی سامان نہ تھا اس کے پاس پانچ چھ کپڑوں سے زیادہ کپڑے نہ تھے وہ نیچے مین پر سوتی تھی یہ کسی ڈل کلاس

گھرانے کی لڑکی نہ تھی یہ اس گھرانے کی لڑکی تھی جس کا پاپ کروڑوں کما تھا جس کی ماں ہزاروں لاکھوں لٹائی تھی جس کے بہن بھائی منپ کے نام پر بیٹروں رو پید تھے تھے وہ لڑکی چند ہزار کے لیے پورے مہینے کئی نوکریاں کرتی تھی اس کا یہی مطلب تھا کہ وہ لڑکی صحیح صحیح عجیب ہے۔

”میں اگر آمن کو نہیں بدل سکتی تو میں خود کو بھی نہیں بدلوں گی۔“ پراعتاد لہجے میں کہتی وہ آمن رضا کو چیخ کر گئی تھی وہ تانیہ کے پیچھے ہی باہر نکلا تھا اس نے ان دونوں کے بیچ ہونے والی گفتگو کا لفظ بہ لفظ سنا تھا اور یہ بات اسی وقت اسے سمجھ آئی تھی کہ تانیہ بار بار کیوں بے چین ہو رہی تھی۔ یقیناً اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سیدہ کا سامنا کرنے سے جھجک رہی تھی پھر تانیہ وہاں سے چلی آئی تو اس نے سیدہ کو پکارا وہ ہلٹی پھر کھڑی ہو گئی اس کے بعد بھی جو ملاقاتیں ہوئیں اس کا انداز گفتگو یہی تھا وہ اسے زچ کرنا چاہتا تھا سیدہ کے چہرے میں جتنی نرمی تھی اس کے لہجے میں اتنی ہی نرمی تھی اور اس کا تقاضا یہی تھا کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔

”میں نے تم سے شادی کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ ابھی پانچ دن پہلے ہی ان کی ایک ملاقات ہوئی تھی۔

”آپ سنے مجھ سے شادی کا نہیں مجھے بدلنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ اس نے فوراً کہا وہ نظر جھکا کر بات کرتی تھی سر جھکا کر نہیں اسی لیے اس کے چہرے کا ہر تاثر سامنے والے کو واضح نظر آتا تھا اور اس وقت اس کا چہرہ آمن کے بچکانہ فیصلے کا مذاق اڑا رہا تھا۔

”جو بھنا ہے جھوٹی ڈونٹ کیئر۔“ وہ واقعی چڑ گیا تھا وہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی تھی اور وہ اپنے فیصلے پر مضبوطی سے قائم تھا حالانکہ کوئی بھی اس کے اس فیصلے پر خوش نہیں تھا اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

.....☆☆☆.....

یہ پیپے ہیں تم شاپنگ کر لو جا کر۔“ انہوں نے اسے بلوایا تھا۔

”کس چیز کی شاپنگ؟“ وہ ابھی تک کھڑی تھی میز پر

رقم رکھی تھی جسے دیکھتے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ دو ڈھائی لاکھ روپے ہیں۔

”تمہارے کپڑوں کی شناختگ تمہاری شادی کی ڈیٹ فیکس کر دی گئی ہے اس لیے ہفتے تمہاری رخصتی ہے۔“

”میں نے شاید آپ کو منع کیا تھا۔“ اس کے چہرے سے اس کی ناگواری کا پتہ کرنا مشکل تھا۔

”آمن نہیں مان رہا ہے۔“ انہوں نے گہرا سانس لے کر اپنی بیٹی کو دیکھا جو بلاشبہ بہت خوبصورت تھی لیکن بے وقوف بھی بہت تھی جو آمن رضا جیسے لڑکے سے

شادی سے انکار کر رہی تھی جس سے رشتہ جوڑنے کے لیے صرف لڑکیاں ہی نہیں ان کے خاندان والے بھی بے

چین تھے وہ بے حد گڈ لکنگ اور شاندار پرسنالٹی کا مالک تھا باپ سے الگ بھی اپنا بزنس کر رہا تھا خوش قسمت اس قدر تھا کہ مٹی میں بھی ہاتھ ڈالتا تو وہ سونا بن جاتی تھی لوگ

اس سے بات کرنا بھی ٹھکر بھتے تھے اور جس لڑکی سے وہ خود شادی کرنا چاہتا تھا وہ انکار کر رہی تھی۔

”میمینہ کیوں کر رہی ہو تم ایسا وہ بہت اچھا لڑکا ہے تم سے شادی کرنا چاہتا ہے تو تمہارا خیال بھی رٹھے گا لڑکیاں تو ایسے ہمسفر کے خواب دیکھتی ہیں اور تم... تم اتنے اچھے

فحص کو ٹھکر رہی ہو۔“ ان کی بات پر وہ یوں مسکرائی جیسے چھوٹے بچے کی بے وقوفانہ باتیں سن کر بڑے مسکراتے ہیں وہ جڑ بڑا ہو گئی۔

”نہ کرے وہ میرا خیالی۔ میں اسے کبھی نہ ٹھکراتی اگر وہ نیک ہوتا۔“

”تم سمجھ بھی چاہو تمہیں یہ شادی کرنی ہوگی۔“ ہاشم درانی جو ابھی ابھی آئے تھے ہاڑتے ہوئے بلائے۔

”میں گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔“

”پہلے کیوں نہ دھماں ہو گئیں اس گھر سے۔“ شامکہ کو بھی غصا گیا۔

”کیونکہ پہلے مجھے لگا کہ وہ مجھے طلاق دے دے گا تو میں باقی زندگی کسی اچھے شخص کے ساتھ گزاروں گی۔ اب جبکہ ایسا نہیں ہے تو میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی

آپشن نہیں ہے کہ میں گھر سے چلی جاؤں میں اس کے نکاح میں رہ سکتی ہوں لیکن اس کے گھر میں نہیں۔“ اگر ان

سب کا غصہ عروج پر تھا تو اس کا اطمینان بھی قابل دید تھا۔ ”رہنا تو تمہیں میرے ساتھ میرے ہی گھر ہوگا۔“

اسنے بے حد قریب سے آئی اس آواز پر وہ چونکی پھر آمن رضا کو اپنے سے ایک قدم کے فاصلے پر دیکھ کر اس نے

ایک گہرا سانس لیا تھا۔ ”انگل میں میمنہ کو شناختگ کے لیے لے جا رہا ہوں۔“

”لو کہ“ انہوں نے جواب دیا اس نے اسے بازو سے پکڑا اور تقریباً کھینچتے ہوئے باہر لے آیا تھا۔ اس نے

کار کی فرنٹ سیٹ پر اسے بیٹھنے کے انداز میں بیٹھا یا اور خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔

”چلو ڈرائنگ تمہیں شناختگ کروا کے لاتا ہوں۔“ اس نے اس کا گالی تھپتھپایا اس نے تیزی سے چہرہ باہر کی

طرف گھمایا پھر آمن رضا سے ایک یونٹک میں لایا تھا اس نے اسے وہاں سے دوسوٹ دلانے تھے لیکن دونوں

میں اتنا کپڑا تھا کہ اس کے بدن کو پوری طرح ڈھک پاتا وہاں کے سیلز مین اسے جس طرح دیکھ رہے تھے وہ

اس کے لیے ناقابل برداشت تھا وہاں پھرنے والی خواتین کے لیے اس کی چادر نے اسے آنکھوں جھوپہ

بٹایا تھا جبکہ وہ خود مسلسل ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم“ کا ورد زرب لب کر رہی تھی اور آمن رضا کے کانوں تک اس کی یہ ہلکی سی آواز بخوبی پہنچ رہی تھی۔

”ڈونٹ وری میمنہ ڈیز آپ اب ان لوگوں میں شامل ہونے والی ہیں۔“ اس نے کہا تو اس کے درد کرتے

لب رک گئے بہت مضطرب ہو کر اس نے نچلا لب کاٹا آمن رضا کو اس کا یوں پریشان ہونا بہت اچھا لگا پھر وہ

یونٹک سے باہر نکلے تو اس نے اس مصیبت سے جان چھوٹنے پر شکر ادا کیا تھا لیکن یہ اس پر آنے والی پہلی مصیبت تھی آخری نہیں۔

”آؤ کچھ کھلاتا ہوں تمہیں۔“ وہ کھپلی سیٹ پر بیکٹھ

رکھتے ہوئے سیدھا ہوا تھا۔

”گھر چلیے۔“ وہ فوراً فرنٹ سیٹ پر جا بیٹھی تھی۔

”واقعی گھر چلتے ہیں۔“ وہ مسکراتے ہوئے ڈرائیونگ

سیٹ پر گیا۔

”تمہیں کھانے کی ضرورت ہے بھی نہیں کیونکہ تم بے

حد اسٹارٹ ہو نہ صرف اسٹارٹ ہو چکے بے حد خوبصورت

بھی ہو ان کپڑوں میں تو تمہاری یہ خوبصورتی شاعر لگے

گی۔ تم دیکھنا تمہارے ایسے ایسے پوز بنواؤں گا کہ تم خود

بھی حیران رہ جاؤ گی کہ..... یہ میں ہوں یا کوئی اور۔“ وہ

مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ شدید تا گاری کی لپیٹ

میں سے من رہی تھی گھر کے پورے میں گاڑی رکھی تو وہ لہو

بھر کے بغیر اپنے کمرے میں آ گئی کچھ ہی لمحے کے بعد

نورین وہ بیٹکس کا ٹھکانا لائی تھی۔

”آمن صاحب نے بھوکائے ہیں آئی۔“ نورین

نے کہا تو اس نے لب بھینچ کر ان بیٹکس کو دیکھا جبکہ

نورین نے بے حد دکھ کے ساتھ اسے دیکھا تھا پچھلے پانچ

سال سے وہ یہاں پر کام کر رہی تھی سیدہ سے اسے بے حد

محبت تھی خود سیدہ بھی ٹھہریا سے اتنی چھوٹی، بہن کہتی تھی۔

”تم جاؤ نورین۔“ اس نے کہا تو وہ پلٹ کر چلی گئی

تب وہ اگلی ان بیٹکس کا ٹھکانا پورا ان کپڑوں کو دیکھنے لگی۔

”اے اللہ عزوجل میرے مالک اگر مجھے اس امتحان

میں ڈال رہا ہے تو ہی مجھے اس میں کامیاب ہونے کی

سعادت بھی نصیب فرما۔ اے میرے مولا مجھے گمراہ نہ

کرتا میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتی ہوں

مجھے حد سے زیادہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ کرنا میں تیرا

خوف دل میں رکھتی ہوں میرے دل میں کسی اور کا خوف

پیدا نہ کرنا کہیں میں کسی اور کے خوف سے گناہ کر بیٹھوں

اور تجھے کھو دوں میرے مالک مجھے سنبھال لیتا مجھے گمراہ

مت کرنا اے میرے اللہ عزوجل مجھے اہم عطا کرنا

مجھے اہم عطا کرنا۔“ وہ ہاتھ اٹھائے کر یہ زاری کر رہی

تھی وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن نسو جاری تھے اپنے آنسو

صاف کرتی وہ اگلی ان کپڑوں کو ڈبے میں سے نکال کر

واش روم میں لائی تھی پھر واپس کمرے میں آئی، موسم

مٹی اور ماؤس لے کر موسم مٹی جلائی اور اسے لے کر واش

روم میں آ گئی جلتی ہوئی موسم مٹی اس نے ان کپڑوں پر

ڈال دی چند لمحوں میں ہی ان کپڑوں نے جلنا شروع

کر دیا وہ کچھ دیر انہیں دیکھتی رہی پھر آگے بڑھی فرش

دھونے والا تیزاب اٹھایا اور اس کا ڈھکن کھول دیا تیزی

سے گیس باہر نکلے تو اس کی بدبو نے اسے یوتھ پیچھے کرنے

پر مجبور کر دیا یوتھ کے منہ سے دھواں نکل رہا تھا اس نے

یوتھ دوبارہ اپنے قریب کی اور پھر پیچھے کر دی اس کا چہرہ

سرخ ہو رہا تھا وہ اپنے امداد اتنی ہمت نہیں پا رہی تھی کہ یہ

تیزاب دوا اپنے چہرے پر ڈال سکتی۔

”میرے اللہ مجھے ہمت دے کہ میں اس چہرے کو

بگاڑ سکوں بے شک یہ چہرہ تو نے بنایا ہے لیکن اس کی میں

بے ہودہ نمائش نہیں لگا سکتی مجھے ہمت دے کہ میں یہ چہرہ

بگاڑ لوں یا پھر اس کی نمائش لگانے والے کو ناکام

کر دے۔“ اس کا چہرہ شدت منہ سے سرخ ہو رہا تھا اس

نے لب اورتا نکھین بھینچ کر بند کی تھیں جب ہی یوتھ کسی

نے اس کے ہاتھ سے لے کر چھٹی تھی بس نئے بھر میں

ہو گیا سب کچھ..... اگر ایک لمحے کی دیر ہوتی تو تیزاب

اس کے منہ پر اور ناکامی کا ٹھہر کسی اور کے منہ پر..... لیکن

اب صورتحال یہ تھی کہ تیزاب فرش پر اور آمن رضا کا ٹھہر

اس کے منہ پر.....

”اسٹوڈنٹ ایڈیٹ پیوول۔“ آمن کا یہ سوچ کر دماغ

ماؤنٹ ہو رہا تھا کہ اگر اسے ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو

نجانے کیا ہو چکا ہوتا وہ تو بس اسے یوتھی دیکھنے چلا آیا تھا

واش روم سے آئی بدبو اور دھواں نے اسے چونکا دیا واش

روم کا دروازہ کھلا تھا اس نے تیز قدموں سے کمرے کے

دروازے سے واش روم کے دروازے تک کا سفر طے کیا

تھا اور اگلے پل وہ دھک سے رہ گیا جب اس نے اسے

لپٹے منہ پر تیزاب اٹھیلے دیکھا تھا۔

”کیا کر رہی تھیں تم..... بولو کیا کر رہی تھیں۔“ وہ

دونوں بازوؤں سے پکڑے سے بھنجوڑ رہا تھا اس کی

آنکھیں بند تھیں اس کے لب کپسار ہے تھے اس کا چہرہ خون رنگ اور ہاتھ اوڑھتا وہ اسے لب بچھنے دیکھ رہا تھا۔

”میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی آپ جو چاہتے ہیں میں وہ نہیں کر سکتی میں یہ بے ہودہ کپڑے پہن کر کسی بھی قسم کی نمائش نہیں کروں گی آپ کو میں بہت خوبصورت نظر آتی ہوں ہاں اسی لیے میں اپنا چہرہ جھلنا رہی تھی۔“

”شادی تو تمہاری مجھ سے ہو چکی ہے اب صرف رخصتی باقی ہے جو اگلے ہفتے نہیں بلکہ آج ہی ہوگی اور یہی بات ان کپڑوں کی جو تم نے جلا دیئے ہیں اور تم سمجھ رہی ہو ان سے تمہاری جان بھی چھوٹ گئی ہے تو تم غلط سمجھ رہی ہو میں ابھی اسی وقت ایسے ہی کپڑے لاؤں گا اور تمہیں ان میں ہی لے کر جاؤں گا۔ یہ تمہاری چادر جو تمہیں چھپائے رکھتی ہے اسے تم خود ابھی اپنے ہاتھوں سے اتارو گی۔“

”آپ کی طبیعت خراب ہے جا کر آرام کریں۔“ آمن رضا کو اس کا لہجہ اپنا مذاق اڑاتا محسوس ہوا تھا وہ یقیناً دماغ کہنے کے بجائے طبیعت کہہ رہی تھی آمن رضا نے اسے گھور کے دیکھا اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں آمن رضا اس کی آنکھوں کا رنگ نہیں دیکھ پایا تھا اس کے اندر ایسی کوئی خواہش بھی نہیں تھی۔

”ابھی تم اپنے ہاتھوں سے یہ چادر اتارو گی۔“ یہ اس کی خواہش تھی اور یہ پوری ہونے والی تھی۔ پھر اس نے اس کی چادر کا پلو پکڑ کر جلتے ہوئے کپڑوں پر رکھا چند لمحوں بعد چادر کے پلو نے آگ پکڑ لی آمن رضا پر یقین نظروں سے اسے دیکھنے لگا کہ اب وہ چادر اتار چھینے گی اس کا چہرہ تیزی سے مسخ ہونا شروع ہو گیا تھا وہ اپنی چیخوں کو دبانے کی کوشش میں بے حال ہو رہی تھی چند لمحوں میں آمن رضا چونک گیا وہ چکرار ہی تھی آمن رضا اسے اپنی سخت گرفت میں نہ لیتا تو وہ تیز اس میں جا گرتی آمن رضا نے بوکھلا کر اس کے سر سے چادر چھینی اور نیچے پھینک دی۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی لیکن اس نے اپنی چادر

نہیں اتاری تھی چار بے حد موٹی وسیع وعریض تھی اسی لیے آگ اس کے کپڑوں تک نہ پہنچ سکی تھی آمن رضا نے لب بچھتے ہوئے اسے دیکھا جسے پہلی بار وہ بنا چادر کے دیکھ رہا تھا جو اس کی بیوی تھی اس کی پانہوں میں بہت سی لڑکیاں بہت باتا آتی تھیں اس کی بھی ایسی کیفیت نہیں ہوتی تھی جو اس وقت ہو رہی تھی وہ اپنی اس کیفیت کو کوئی بھی نام نہ نہ دے سکا۔

”میمہ..... میمہ۔“ اس نے اسے ہلایا اور پھر اسے لے کر وہ اس کمرے کی طرف آ گیا جس میں وہ خود ٹھہرا تھا کیونکہ میمہ کے کمرے سے بھی اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی روم فریزر سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر اس نے اس پر اثریل دی ایک منٹ اسے لب بچھنے دیکھا تھا۔

”ڈاکٹر کو بلانا ہوں۔“ وہ بڑبڑاتے ہوئے پلٹا تھا نیچے لاؤنج میں شبینہ ترنم موجود تھیں۔

”کیا ہوا آمن!“ ترنم نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا۔

”میمہ بے ہوش ہوئی ہے۔“ وہ بوکھلاہٹ میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ اس کے پاس موبائل ہے۔ سیورا تھا کہ وہ قریب موجود ڈاکٹر کو فون کر رہا تھا۔

”کیوں!“ دونوں چونک گئیں۔ ”کیا ہوا؟“

”اس نے کپڑے جلا دیئے میں نے پتھر مارا تو وہ بے ہوش ہوئی۔“

”اوہ نوڈرامہ کر رہی ہو گی۔“ شبینہ نے کہا۔

”انہو تم لوگ چپ ہو جاؤ میں پہلے ہی ٹینس ہو رہا ہوں۔“ تینوں نے چونک کر آمن رضا کو دیکھا بڑی بڑی باتوں کو چٹکی میں اڑا دینے والا آمن رضا ٹینس ہو رہا تھا۔

”میں دیکھتی ہوں اسے۔“ شہلا لاؤنج سے پلٹیں۔

”اپنے فیصلے پر ایک بار پھر نظر ثانی کر لو ابھی وہ رخصت نہیں ہوئی ہے تو تم ٹینس ہو رہے ہو رخصت ہوئی تو شاید تم پاگل ہو جاؤ گے۔“ ترنم کی آواز پر انہوں نے ایک گہرا سانس لیا اور اس کے کمرے کی طرف آ گئیں۔

”پلو چھوڑ کے دکھاؤ یہ گھر۔“ آمن رضا الحمد آیا تھا اس نے اپنے کنبل کو حریداؤ پر کیا تھا۔
”آئی میں اسے ابھی اور اسی وقت لے جا رہا ہوں۔“

”آمن بیٹا غصہ مت کرؤ ایک ہفتہ باقی ہے پھر رخصتی ہو جائے گی۔“

”ایک منٹ بھی نہیں رکوں گا میں ایک ہفتہ تو دور کی بات ہے۔“ کہتے ہوئے اس نے جیب سے موبائل نکالا تھا پھر اس نے ویسا ہی سوٹ اس پوٹیک سے منگوا یا جو وہ جلا چکی تھی ساتھ ہی بیوٹیشن کو بھی بلا لیا۔

”ایک گھنٹے بعد تم میرے بیڈروم میں ہوگی اب وہیں ملیں گے نڈہائی۔“

”میں گھر سے بھاگ جاؤں گی۔“ وہ بڑبڑائی تھی دروازے کی طرف بڑھتا آمن رضا پلٹا اور شہلانے بھی چونک کر اسے دیکھا تھا۔

”میں کسی بھی گناہ کا حصہ نہیں بنوں گی۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔ مجھے میرے اللہ عزوجل سے دور کرنے کی کوشش کو میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔“
”کیسے کروں گی تم ایسا۔“ اس کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ تھی۔

”میرا مولا عزوجل مجھے خود ہمت دے گا۔“ اس نے کہا تو وہ لب بھینچا سے دیکھے گیا۔

”اس کا دعویٰ رکھئے گا یہ کوئی غلط حرکت نہ کرنے اس نے ابھی اپنا چہرہ تیزاب سے جھلسانے کی کوشش کی تھی۔“ آمن رضا کی بات پر شہلا چونک گئیں جبکہ وہ باہر نکل گیا۔

”کیوں کر رہی ہو تم ایسا؟“ انہوں نے پوچھا جو اپنا وہ چپ رہی۔

”تاؤ ناں کیوں تیزاب سے اپنا چہرہ جھلسانے کی کوشش کی تم نے۔“ انہوں نے پھر پوچھا تھا۔

”میں ہر وہ کام کروں گی جو گناہوں سے مجھے دور رکھ سکے۔“ اس نے اطمینان سے جواب دیا پھر دونوں کے بیچ

”تم ہوش میں کیسے آئیں؟“ اسے بیڈ کراؤن سے نیک لگائے بیٹھا دیکھ کر وہ چونکیں وہ ہاتھیں ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی دونوں آنکھیں دہرا رہی گی۔

”میں ساری عمر کے لیے تو بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔“ وہ کہنا چاہتی تھی لیکن چپ رہی اس کے ہوش میں آنے کی وجہ یقیناً ٹھنڈا نچ پانی تھا سردی کے باعث اس نے خود پر کنبل ڈال لیا تھا۔

”تم نے وہ کیڑے جلا دیئے۔“ چند پہل چپ رہنے کے بعد انہوں نے پوچھا۔

”جی۔“ اس نے اس طرح جواب دیا کہ جیسے اس نے قابل فخر کارناما انجام دیا ہے۔

”اتنا اچھا کڑا تمہیں مل رہا ہے اسے ٹھکرا کر کیوں ہاشکری کر رہی ہو تمہیں پتہ ہے تمہاری اس حرکت سے کیا ہوا ہے دو خانہ خانوں کے بیچ ریٹیشن خراب ہو رہا ہے آخر تم کیوں اتنی خود غرضی دکھا رہی ہو؟“

”خود غرضی۔“ اس نے ان کی بات کا نٹے ہوئے حیرت سے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا وہ چونک سی گئیں۔

”تمہاری بیٹی کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔“ چار سالہ سینہ کو بیاہ کرتے ہوئے رباب اکثر کہا کرتی تھی اور وہ مسکرا دیتی تھیں بیس سال بعد وہ بھول چکی تھیں کہ ان کی بیٹی کی آنکھیں کتنی خوبصورت ہیں۔

”اگر آپ سمجھتی ہیں کہ میں آپ لوگوں کی ریٹیشن خراب کرنے کا باعث ہوں اور یہ میری خود غرضی ہے تو آپ صحیح سمجھتی ہیں آپ لوگوں کے ریٹیشن درست رکھنے کے لیے مجھے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن نہیں بنانا ہے۔“ وہ نظریں جھکائے کہہ رہی تھی مگر وہ سناکت ہی اسے تک رہی تھیں۔

”اور اگر آپ سمجھتی ہیں کہ میں آمن رضا کو ٹھکرا کر کسی ہاشکری کی مرتکب ہو رہی ہوں تو بھی آپ صحیح سمجھتی ہیں مجھے اس جیسا گناہ گار شریک سفر نہیں چاہئے مجھے نیک انسان چاہئے اگر آپ لوگ مجھ پر زبردستی کریں گے تو میں یہ گھر چھوڑ دوں گی۔“

خاموشی رہی تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ اٹھی تھی۔

”کہاں جا رہی ہوتی؟“ وہ چوکی تھیں۔

”عشاء کی نماز کا وقت ہو رہا ہے۔“

”یہیں پڑھ لو نماز۔“

”میری چادر اور جائے نماز۔“

”میں نورین سے یہیں منگوا دیتی ہوں۔“ انہوں

نے انٹرکام پر نورین کو اندر بلا یا تھا وہ واپس بیڈ پر بیٹھ گئی

آج وہ اسے پہلی بار بغیر چادر کے دیکھ رہی تھیں۔ چند

سال کی عمر میں جب وہ امریکہ میں تھی تب اس کے بال

شولڈر کٹ تھے لیکن اب کمر سے نیچے اس کی بندھی

ہوئی چھپا ہونے لگی تھی۔ اس کی رنگت میں گلابی پن تھا وہ

اسے دیکھے تھیں۔

”یہینہ کی چادر اور جائے نماز لے آؤ۔“ نورین کی

آمد نے ان کے ارتکاز کو توڑا تھا وہ بہت غور سے اسے

دیکھ رہی تھیں نورین نے ان کی بات پر جھٹک کر یہینہ کو

دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں ہلکی سی الجھن تیر گئی اگلے

پل وہ ایک گہرا سانس لے کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ چند

لحوظ بعد وہ اس کی چادر اور جائے نماز لے آئی تھی یہینہ

داش روم سے وضو کر کے آئی پھر جائے نماز پر کھڑی

ہوئی۔ نماز پڑھ کے دیر تک اس نے دعا مانگی اور اگلے پل

وہ چونک گئیں۔ اس نے جائے نماز بیڈ کی سائیڈ ٹیبل

پر رکھی اور خود لیٹ گئی تھی کبیل خود پر ڈال لیا تھا۔

”کیا ہوا؟“ وہ بے اختیار بولیں۔

”میری خیند کا نام ہو رہا ہے آپ یہاں سے

تو باہر جانے نہیں دیں گی مجھے اسی لیے میں نے سوچا

یہیں سو جاؤں۔“ اس نے کہا اور پھر کچھ دیر بعد وہ

بے خبر سو رہی تھی۔

”پریشانی کی وجہ سے میری بھوک پیاس بھی از گئی

اور پیانے آرام سے سو گئی۔“ وہ حیران ہوئیں۔

”کبھی ایسا تو نہیں کہ بیڈ روم کر رہی ہوں سے سوتا سمجھ

کر میں اسے اکیلا چھوڑ دوں اور یہ کچھ کر بیٹھے یا یہ گھر چھوڑ

دے۔“ کچھ دیر بعد انہوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن یہ

سوچ آتے ہی وہ رک گئیں اسے سوئے بمشکل چس منٹ

ہوئے ہوں گے کتا من برضا آ گیا۔

”کہاں چلے گئے تھے تم؟“

”میں پاپا اور اٹکل کو منار ہا تھا وہ اس عجیب رخصتی کے

لیے تیار نہیں ہیں۔“ وہ بولتے بولتے اسے دیکھ کر ہنستا۔

”یہ سو گئی۔“ اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

”ہاں ابھی لیٹی ہے۔“

”اور اس کے پاس چادر کہاں سے آ گئی؟“

”نماز پڑھنے باہر جا رہی تھی میں نے یہیں منگوا کر

دے دی۔“

”اد کے..... اب اسے اٹھائیں باہر بیچیشن آ گئی

چہا سے تیار کرنے۔“

”چھوڑنا من رہنے دو چھ دن کی بات ہے کہیں نہیں

چا سکتی اسے ہی دیکھی دے رہی ہے۔“ وہ یکدم اسے

سمجھانے لگیں۔

”میں نے کہا ناں ایک منٹ بھی اسے یہاں نہیں

چھوڑوں گا جو اتنے مہنگے کپڑے جلا سکتی ہے تیزاب سے

اپنا چہرہ تھلا سکتی ہے وہ کیا نہیں کرے گی۔ آپ اسے

اٹھائیں۔“ اسے ضد ہو چکی تھی اب وہ کسی صورت نہیں

رکنے والا تھا وہ جانتی تھیں اسی لیے خاموشی سے یہینہ کی

طرف بڑھیں۔

”یہینہ..... یہینہ“ انہوں نے اس کے قریب آتے

ہوئے آواز میں دیر مگر وہ بے سدھ تھی انہوں نے آہستہ

سے اس کا کندھا ہلایا مگر وہ نہیں اٹھی۔

”یہینہ۔“ انہوں نے پھر آواز دیتے ہوئے اس ہار

نیزی سے ہلایا مگر وہ جامد رہی وہ الجھ گئیں وہ کس قدر گہری

خیند سو رہی تھی آ من جو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے پہلی

دہا رہا تھا وہ بھول کر اسے دیکھنے لگا۔

”یہینہ..... یہ تو نہیں اٹھ رہی آ من۔“ انہوں نے

چوٹی آواز کے ساتھ ہی آ من سے کہا تھا وہ آگے بڑھ کر

اس پر جھکا۔

”یہینہ۔“ اس نے دائیں ہاتھ سے تختی سے اس کے

جہڑے کو سمجھتے ہوئے اس کا چہرہ ہلایا تھا مگر وہ کسمپاتی
 تک نہیں تھی تو اس نے اس کا چہرہ چھوڑ کر اس کی کلائی پکڑ
 کر اس کی بغل چیک کی وہ ناراض تھی وہ صرف سورعی
 تھی..... لیکن ایسی بے ہوش نیند..... وہ واقعی الجھ گیا پھر
 اس نے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر شہاد دیا تھا اور
 جب چھوڑا تو وہ کسی بے جان گڑیا کی طرح واپس تکیے پر
 جاگری۔
 ”اوہ لوڈ میڈ۔“ اس نے ایک تھپڑ اس کے منہ پر
 مارا تھا۔

”آمن۔“ شہلانے شکل سے ٹوکا تھا وہ انہیں بتا کچھ
 کہے باہر نکل گیا تو وہ اس کے پیچھے لاؤنج میں آئیں۔ رضا
 ہاشم شائلڈ شینے ترم بھی تھے۔
 ”لورین۔“ وہ یکدم چمکا تھا سب نے چونک کر
 اسے دیکھا۔
 ”جی صاحب۔“ اگلے پہلے وہ سامنے تھی۔
 ”میمینہ کو کون سی گولی دی ہے تم نے۔“
 ”گولی..... کون سی گولی صاحب۔“ لورین نے
 حیرت سے اسے دیکھا تھا۔
 ”پھر وہ کیسے اتنی گہری نیند سوئی۔“
 ”آپی سو گئیں لیکن ابھی تو انہوں نے کھانا بھی نہیں
 کھایا۔“ وہ ہلکے شکل بنائے اسے دیکھنے لگی تھی وہ لب بھنج
 کر رہ گیا۔
 ”کیا ہوا؟“ شائلڈ نے پوچھا تھا۔
 ”میمینہ سو چکی ہے اور وہ نہیں اٹھ رہی ہے۔“ شہلا
 نے جواب دیا تو ہاشم نے انہیں لب سمجھنے کھور کر دیکھا پھر
 ترم شینے پارٹی ہارٹی اسے اٹھانے گئیں مگر وہ ٹس سے
 مس نہ ہوئی۔
 ”کیا تماشہ کر رہی ہے یہ لڑکی شکر ہے کتا من نے
 آج ہی اس رخصتی کا فیصلہ کر لیا اگرچہ دن بعد یہ سب
 ہوتا تو کیا جواب دیتے ہم اس لڑکی کی اس حرکت کا۔“
 شائلڈ غصے میں آ گئیں۔
 ”یہ لڑکی پتہ نہیں کتنا خوار کرے گی اس سے تو بہتر تھا

کہ یہ پیدا ہوتے ہی مر جاتی۔“ ہاشم نے مقصیاں بھنج لیں
 شہلا بے بسی سے اٹھیاں جھکانے لگیں۔
 ”اب تم کیا کرو گے آمن۔“ رضانے اس لڑکی پر
 ریمارکس دینے کے بجائے اپنے لاڈلے بیٹے کو دیکھا
 جس کے غصے کا گراف اپنے عروج پر تھا اس کا لایا ہوا
 دھرا سوٹ صوفے پر پڑا اسے منہ چڑا رہا تھا باہر وہ لڑکی
 موجود تھی جسے ہمینہ کو اس کی دلہن بننے کے لیے سچایا تھا۔
 سب کچھ کھوں میں بیکار ہو گیا وہ لڑکی اسے سمجھا رہی تھی کہ
 وہ نا قابلِ تخیل ہے۔
 ”یہ رخصتی ابھی ہوگی۔“
 ”کیا مطلب۔“ وہ سب چونکے مگر وہ جواب دینے
 بنا پلٹا تھا واپسی پر اس کے سر اوپر تھی۔
 ”آمن پلیز رو پاگل ہے تم تو پاگل مت بنو۔“ شہلا
 لپک کر اس کے قریب آئیں۔
 ”رہنے دو شہلا اس کا پاگل پن آمن ہی دور کر سکتا
 ہے۔“ ہاشم نے کہا۔

”پلیز ہاشم تم آمن کی سائیلنٹ مت لونا کرو لڑکی نہیں
 چاہتی یہ شادی کرنا تو یقیناً وہ یہ گھر بھی نہیں بسائے گی۔“
 رضانے ہاشم اوتا منہ ہر شا کو بیک وقت گھونٹا تھا۔
 ”مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے یہ گھر بسانے کا صرف
 اس کا منہ لود اس کا فرور شتم کروں گا اس کی چادر
 اترواؤں گا پھر اسے خود چھوڑ دوں گا۔“ شائلڈ نے ایک گہرا
 سانس لیا تھا کہ وہ اس لڑکی کو چھوڑنے کی بات کر رہا تھا
 جبکہ شہلانے لب بھنج لیا خروہ اس لڑکی کی ماں تھیں۔
 ”کاش آمن رضانم بھی کامیاب نہ ہو سکو۔“ ان
 کے دل نے بے اختیار کہا تھا پھر وہ اسے لے کتا گیا
 اپنے بیڈ پر بیٹھنے کے اعزاز میں اسے لٹا کر اس نے اس کی
 چادر اتار کر نیچے پھینک دی۔

”دیکھنا تم میمنہ..... تمہارا بھی یہی حشر کروں
 گا۔“ اس کی چادر کو اپنے بوٹ تلے مسلتے ہوئے وہ
 بوڑھایا۔ روم فریزر سے شراب کی بوتل نکال کر منہ
 سے لگائی اور خالی کر کے سامنے دیوار پر روے ماری

”کیا تماشہ کر رہی ہے یہ لڑکی شکر ہے کتا من نے
 آج ہی اس رخصتی کا فیصلہ کر لیا اگرچہ دن بعد یہ سب
 ہوتا تو کیا جواب دیتے ہم اس لڑکی کی اس حرکت کا۔“
 شائلڈ غصے میں آ گئیں۔
 ”یہ لڑکی پتہ نہیں کتنا خوار کرے گی اس سے تو بہتر تھا

پھر اس کے پاس آ بیٹھا۔
 ”کیسا لگے گا ڈیڑھ بجے آئیں کھولگی تو خود
 کو میرے قریب پاؤ گی۔“ اس کے بالوں کو وہ اپنے ہاتھ
 پر پھینٹنے لگا تین چار تیل رے کر کھولتا اور پھر لپٹ لیتا۔
 ”بیمینہ روئے گی تو مجھے کتنا اچھا لگے گا۔ گڑ گڑا گڑا
 کر یہاں سے جانے کی اجازت طلب کرے گی تو مجھے
 کتنا اچھا لگے گا۔“
 ”جتنی خوبصورت ہوتی ڈرا عمل سے کام لو تو ہزاروں کو
 دیوانہ کر سکتی ہو۔“ وہ بڑبڑایا تھا۔

”لیکن ان ہزاروں میں آسن رضا نہیں ہو سکتا۔“ وہ
 تمہارا دیوانہ ہو..... نیور..... نیور۔“ دھیرے دھیرے
 شراب کا نشہ اس کے دماغ پر چڑھ رہا تھا چند لمحوں بعد وہ
 سو گیا تھا جب دوبارہ آنکھ کھلی تو وہ چونک گیا۔ بیمینہ نماز
 پڑھ رہی تھی۔ وہ کھسک کر بیٹھ کر اذان سے فیک لگا کر بیٹھ
 گیا۔ چند لمحوں بعد بیمینہ دعا مانگ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
 ”گڈ مرننگ، مائی ڈارلنگ۔“ وہ اٹھ کر اس کے قریب
 آیا تھا اس کے چہرے کے اطمینان کو اس نے حیرت سے
 دیکھا اس کے چہرے پر ایسا سکون تھا گویا وہ اپنی مرضی
 سے یہاں آئی ہو۔

”سلام مسنون۔“ کہتے ہوئے اس نے چادر کٹا گئے
 پڑھ کر ایک دراز کھول کر اس میں رکھا تھا وہ ایک پیڈ شیٹ
 تھی جسے کالین پر بچھا کر اس نے اس پر نماز پڑھی تھی۔
 ”یہ کیسا سلام ہے۔“ وہ متعجب ہوا اسے دیکھنے لگا
 جو لباوہ کھنڈہ بولی۔
 ”آپ جیسے مسلمان لوگ تو اسلام عظیم کہتے
 ہیں ہاں۔“

”مسلمان مسلمان سے ملے تو اس پر اللہ کی رحمت
 بھیجتا ہے ہائی لوگوں سے ملتے ہوئے مسنون سلام کرتا
 ہے یعنی جو اس کا طریقہ وہی قبول کر لے۔“ اس کے
 تفسیلاً جواب نے آسن رضا کو کھولا دیا۔
 ”تم نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ میں مسلمان نہیں
 ہوں؟“ وہ جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھا۔

”جو شخص بیدار ہوتے ہی اللہ کا ذکر کرنے کے
 بجائے حرام چیزوں کو منہ لگا تا ہر وہ مسلمان ہو سکتا ہے۔“
 اس کا لہجہ سوالیہ تھا۔
 ”دیری تھی۔“ کہتے ہوئے اس نے اسے اپنے قریب
 کھینچا تھا۔
 ”چلو بھی تھوڑا مسلمان میں بھی ہو جاتا ہوں کسی
 حلال چیز کو منہ لگا کے۔“ اس نے اس کی چادر اتار کر دور
 پھینکی تھی۔

”پار تمہارے بال بہت خوبصورت ہیں یقین کرو
 میں نے آج تک اسٹنہ بڑے بال کسی کے نہیں دیکھے
 ہیں۔“ وہ کہہ رہا تھا اور وہ جو مناجات تھی۔
 ”یا الہی یہ شخص بے شک میرا شوہر ہے۔ لیکن یہ بہت
 گناہ گار ہے مولا یہ شرابی ہے تو نے مجھ پر ہمیشہ اپنی
 رحمتیں نازل کی ہیں مالک مجھے اس گناہ گار سے بچالے
 اسے مجھ سے دور رکھ مولا۔“ اس نے آنکھیں بھی پٹی سے
 مچھ لی تھیں۔

وہ ذرا پیچھے کو ہوتی تھی لیکن بال اس کی منگی میں ہونے
 کے باعث بہت دور نہ جا سکی۔
 ”کیا ہوا؟“

”آپ کے منہ سے شراب کی بدبو آ رہی ہے۔“ اس
 کی آواز میں بے چارگی تھی وہ اس دبا۔
 ”رات تمہیں کیا ہوا تھا اتنی گہری نیند سو گئیں تم نے
 نیند کی گولیاں لیں تھیں۔“
 ”ہاں۔“ اس نے جھوٹ بولنا بیکار سمجھا تھا اس نے
 نورین سے اشارے سے گولیاں لانے کو کہا تھا جس پر وہ
 چونکی تھی۔

”تم یہاں آنا نہیں چاہتی تھیں پھر یہاں آ کے کیسا
 لگ رہا ہے؟“ وہ اس بحث میں نہیں پڑا تھا کہ گولیاں
 کہاں سے آئی تھیں یقیناً نورین نے ہی دی ہوں گی
 اور اب وہ نورین کی کھینچ سے بہت دور تھی اسی لیے اس نے
 اس بات کی فکر نہیں کی۔
 ”آپ خود بتائیں کیسا لگ رہا ہو گا مجھے

غور سے مینہ کو دیکھا جو چادر میں بہوس بھی حسب عادت اس کا چہرہ اونچا اور نظریں جھکی ہوئی تھیں اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے اس کے ساتھ کوئی غیر معمولی واقعہ انجام پذیر نہ ہوا ہو۔

”آپ نے مجھے بلایا پایا؟“ وہ صوفے پر بیٹھا تھا لیکن وہ سب سے نہیں مینہ کو دیکھ رہے تھے۔

”بیٹھ جاؤ۔“ اس نے مینہ کو سرگھما کر دیکھا تھا تو وہ آگے بڑھی اور اس کے برابر بیٹھ گئی۔ سب نے اس کی تہدیلی کلنٹ کیا تھا وہ نیچے بیٹھا کرتی تھی۔

”مینہ اب تم نے کیا سوچا ہے کیا کرنا ہے تمہیں؟“ رضوانے اس سے کہا تھا۔

”مجھے کیا سوچنا ہے جب سب کچھ اللہ عزوجل کر رہا ہے۔“

”تو تم آمن کے ساتھ رہنے کے لیے تیار ہو کوئی براہم کری ایٹ نہیں کرو گی۔“ ہاشم کا لہجہ اپنے اندر بے یقینی سموئے ہوئے تھا۔

”اللہ عزوجل آگے کیا کرے گا میں نہیں جانتی پھر آپ کو کیا بتا سکتی ہوں۔“ اس کے چہرے پر جتنا اطمینان تھا اس کا لہجہ بھی اتنا ہی مطمئن تھا۔

”رضوانے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم اپنے گھر کا سکون وراہم برہم کرو گے۔“ ہاشم تمللاتے ہوئے بولے تنہائی سب بھی لب بھینچا سے دیکھ رہے تھے۔

”مینہ اٹھو۔“ آمن رضوانے کہا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

”مینہ بیٹھو۔“ آمن رضوانے پھر کہا تو وہ بیٹھ گئی سب نے چونک کر آمن رضوانے کھیل کو دیکھنے کی کوشش کی تھی۔

”جاؤ اپنے کمرے میں جاؤ۔“ اس نے کہا تو وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

”آپ لوگوں نے دیکھا وہ لڑکی کس طرح میرے اشاروں پر اٹھنا بیٹھنا کر رہی ہے۔“ آمن رضوانے ان سب کو دیکھا تھا۔

یہاں آ کر۔“

”بہت برا۔ اور یقیناً اب تم یہاں سے بھاگنے کی کوشش بھی کرو گی لیکن یاد رکھنا تمہیں نا کامی ہو گی۔“

”تمہیں..... نہ تو مجھے برا لگ رہا ہے اور شمس بھاگنے کی کوشش کروں گی۔“ اس کے اطمینان سے کہنے پر وہ چونک گیا۔

”کیوں؟“ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا۔

”مجھے اپنے رب پر پورا یقین ہے جس طرح وہ مجھے پردے میں یہاں لایا ہے اسی طرح وہ یہاں میرے پردے کی حفاظت بھی کرے گا۔“ اللہ پر یقین نے مینہ کے لہجے کو اس کی ذات کو پرسکون کر رکھا تھا لیکن آمن رضوانے کا چین اس لمحے غارت ہوا تھا کیونکہ وہ اس کے لائے ہوئے کپڑوں میں نہیں بلکہ اپنی چادر میں یہاں آئی تھی

آمن رضوانے بھینچتے ہوئے اس کے پرسکون چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

”آپ فریش ہو جائیں مجھے بھوک لگ رہی ہے ناشتہ کا آڈر میں کروں یا آپ کریں گے۔“ اس کے کہنے پر اسے یاقا یا کہ وہ رات کو بھولی سوئی تھی۔

”میں آڈر کروں گا اس نے ایک گہرا سانس لے کر دماغ کی کھون کو کم کیا تھا جواباً وہ چپ رہی اس نے انٹرکام کا بٹن دبایا اور ناشتہ آڈر کرنے کے بعد وہ واش روم کی طرف بڑھ گیا جب باہر نکلا تو ملازم ناشتہ ٹیبل پر سیٹ کر رہا تھا اس نے صوفے پر بیٹھ کر دودھ کے گلاس سے

تو س اٹھا کر کھانا شروع کر دیا وہ رک کر اسے دیکھنے لگا۔

”ڈیزر وانف تم جیسی پارسیہ حرام پیوں کا ناشتہ کر رہی ہے ناقابل یقین۔“ وہ واقعی حیران ہوا تھا وہ سر جھکائے ناشتہ کرتی رہی۔

”تم ایک نام بھوک رہ کر اگلے نام حرام کھانے پر کیسے تیار ہو گئیں۔“ دوسری طرف اس بار بھی خاموشی رہی ناشتے کے بعد رضوانے کا پیغام آ گیا۔

”چلو نیچے سب تمہارے منتظر ہیں۔“ اس نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا وہ دونوں ساتھ باہر نکلے تھے سب نے

ناشتہ کیا تھا وہ نیچے بیٹھتی تھی نیچے لینی تھی یہاں آ کر وہ اچانک کیسے تبدیل ہو گئی۔

”یہ واقعی دنیا میں ایک عجوبہ ہے۔“ وہ سوچتا ہوا باہر نکل گیا تھا دو پہر میں وہ واپس آیا تو یہی نماز پڑھ رہی تھی وہ کھانے کا آرزو کرے کر اسے دیکھنے لگا کچھ دیر بعد ملازم ٹریبل لے آیا وہ نماز پڑھ کے کھانے کی ٹریبل کے پاس آئی تھی اپنی پلیٹ میں بریانی ڈال کر اس نے کھانا شروع کر دیا جبکہ آمن رضا پہلے ہی شروع کر چکا تھا۔

”ابھی میں نے بیوشین کو بلوایا ہے اپنا حلیہ پہنچ کر دلیہا۔“ آمن نے کہا اسی لمحے دروازہ بجا تھا آمن رضا کے پاس کہتے ہی ایک لڑکی اندر داخل ہوئی یہیہہ کے پورے بدن میں اسے دیکھ کر سنسناہٹ پھیل گئی تھی اس نے لب پہنچ کر کھانے سے ہاتھ روک دیا تھا۔ وہ بھی کبھی تھی کہ یہ بیوشین ہے اس لڑکی نے بے حد بے ہودہ لباس زیب تن کر رکھا تھا اس کے بال شولڈر کٹ تھے جسے اس نے گولڈن براؤن لکڑی میں ڈالی کر دیا ہوا تھا۔

”ہیلو دہی۔“ آمن رضا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”تم نے شادی کی اور مجھے اطلاع بھی نہیں دی۔“ وہ خفا خفا لہجہ میں کہہ رہی تھی یہیہہ نے ایک سکون بھرا سانس لیا تھا۔ یقیناً وہ بیوشین نہیں تھی۔ اسی لیے اس نے دوبارہ کھانا شروع کر دیا۔ آمن رضا نے پہلے اس کی بے چینی کو اور اب اس کے اطمینان کو فوراً دیکھا تھا۔

”ارے شادی ہوادی کیا بس انجوائے کر رہا ہوں۔“ وہ مسکراتے ہوئے روشنی کو دیکھنے لگا۔

”کیسا ٹیل کر رہے ہو اس کے ساتھ انجوائے کرتے ہوئے۔“ وہ خاصی حقارت سے یہیہہ کو دیکھنے لگی۔

”ابھی کیا کہہ سکتا ہوں اس بارے میں۔“ اس نے کن آنکھوں سے یہیہہ کو دیکھا جس کے حلق میں نوالہ چھنس گیا تھا۔

”اس لڑکی میں کچھ خاص نہیں ہے۔“ اس کی بات پر آمن رضا کلکھٹا کر ہنسا تھا۔

”یوورائٹ ڈارلنگ تمہارے جیسی بات کہاں۔“

”اور تم سمجھ رہے ہو وہ تمام عمر تمہارے اشارے پر ناچنے والی ہے۔ میں صرف اسے تمہاری غلط فہمی کہوں گا۔“ دروازہ کھاس کر مینیہہ نے ہاشم کا لفظ لفظ سنا تھا وہ کمرے میں آ گئی جبکہ آمن رضا کافی دیر بعد کمرے میں آیا تھا وہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔

”انہیں ابھی تم سے بلکہ تمہاری چاند سے ڈر لگ رہا ہے ان لوگوں کو لگتا ہے کہ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتی ہو۔“ وہ اسے دیکھنے لگا۔

”سو کیوں سو ہوئی فل یہیہہ لگ رہا ہے تمہارے بال مجھے تمہارا دیوانہ بنا دیں گے۔“ اس نے اس کے گرد بازوؤں کا گھیرا لنگ کیا تھا اور مینیہہ برداشت کی آخری سرحد پر پہنچ گئی تھی۔ اس سے اس کا لمس کسی طور برداشت نہیں ہو پا رہا تھا۔

”آمن بد کردار ہے شرابی ہے گھٹیا انسان ہے۔“ مانیہ کی آواز تھوڑے کی طرح اس کے سر پر لگ رہی تھی۔

”مالک اس گمراہ شخص سے مجھے بچالے۔“ ضبط شدت سے سرخ چہرہ لیے وہ رب سے دعا گو تھی بھی آمن رضا کا موبائل بچنے لگا وہ چونک کر بچھے ہوا۔

”نہیں۔“ دوسری طرف سے کچھ کہا گیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں کسی بھی فضول حرکت کی کوشش مت کرنا کچھ ساتھ کریں گے۔“

”میرے مولا تیرا شکر۔“ مینیہہ نے آزادی کے احساس کے تحت ایک گہرا سانس لیا تھا وہ وارڈ روم سے کپڑے لے کر دہاش روم کی طرف بڑھ گیا تھا جب وہ باہر نکلا تو وہ بیڈ پر آکھیں بند کیے لیٹی تھی وہ اسے دیکھتا رہا۔

وہ اس لڑکی کو جتنا عجیب سمجھتا تھا وہ اس سے بھی زیادہ عجیب نکلی اس کا جو بی بیو تھا وہ کسی ماہٹر کی کانٹا تھا اسے دونا ڈھونا چاہیے تھا کیونکہ وہ اس شادی سے انکار کر رہی تھی اسے اس گھر میں آنے کے بعد ایک طوفان اٹھا دینا چاہیے تھا وہ اپنے باپ کے گھر پکنے والے کھانے نہیں کھا لیتی لیکن اس نے یہاں بے حد آرام سے بیٹھ کر

”تو پھر چھوڑ دو اسے۔ آئی لو یو آ من۔“ مدھی یکدم آ من رضا کے سینے سے لگی۔ یہی نے بے اختیار دل میں اس کی ہمت کو دودھی تھی مدھی آ من رضا کو یہی نہ چھوڑنے کے لیے کہہ رہی تھی۔ آ من رضا جس نے یہی نہ کو یہی نہ کے کہنے پر نہیں چھوڑا تھا ماں باپ خلا خالو کے سمجھانے پر نہیں چھوڑا تھا وہ روشی کے ایک جملے سے اسے چھوڑنے والا تھا یہ مدھی کو کیسے یقین تھا کہ اس نے اگلے لمحے میں اپنی محبت کا اظہار بھی کر دیا لفظوں سے بھی عمل سے بھی۔

”چھوڑنا ہے اسے لیکن اتنی جلدی نہیں۔“ اس نے روشی کو مسکراتے ہوئے خود سے الگ کیا تھا۔

”جب تک یہ تمہارے جیسی خوبصورت اور بے تکلف نہیں ہو جاتی۔“ آ من رضا کے اگلے جملے نے پانی جیتی یہی نہ کو پسند لگا دیا تھا۔

”یہ خوبصورتی نہیں بے حیائی ہے اور بے تکلفی نہیں بے شری ہے۔“ اس نے کہا اور پھر کھانا شروع کر دیا جب کہ روشی نے حیرت سے اسے دیکھا اور آ من رضا نے مسکراتے ہوئے۔

”اچھا تو زبان بے ہاس کے منہ میں۔“

”ارے سائیکو دیسی۔“ آ من رضا اس پر اٹھا۔

”ابھی دسے تم بتاؤ تم کیسے نکلیں۔“

”میں آج رات نائٹ پارٹی کی دعوت دینے آئی تھی تمہاری ماما نے بتایا کہ تم اپنے روم میں ہوائی وائف کے ساتھ..... پارٹی میں آؤ گے یا اسی کے ساتھ جانا ہے۔“

”پارٹی میں آؤں گا بے بی۔“

”تم سے لے کر آؤ گے..... یہ بھی انجوائے کر لے گی۔“ وہ خباہت سے ہنسی تھی یہی نہ کا جی چاہا کہ پھر دسے ماریے اس کے منہ پر لیکن وہ ایسے لوگوں کے منہ نہیں لگا کرتی تھی بلکہ خاموش رہنے کو ترجیح دیتی تھی۔ وہ جب بھی لیکن غصے سے سرخ چہرہ آ من رضا کو مسکراتے پر مجبور کر گیا۔

”تو کے میں اسے بھی لے آؤں گا۔“

”پھر میں چلتی ہوں پارلر کا بھی چکر لگانا ہے اور تم ذرا سے انسان بنا کر لانا۔“ اس نے ایک بار پھر ناگواری سے بھرپور نظر یہی نہ پر ڈالی اور پلٹ گئی۔ تب آ من رضا اس کے سامنے بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا وہ لب بچپنہ کھانے سے ہاتھ روک چکی تھی۔

”ان پکوں کو کیا پلٹی سے چکایا ہے یہی نہ؟“ اس کے کہنے پر وہ چہرے لگی تھی اور پھر ایک لمحہ اس کے چہرے کا حصہ بن گئی وہ یقیناً آ من رضا کی بات کا مطلب نہیں سمجھی تھی۔

”یہ پلٹیں بس چکی رہتی ہیں اٹھتی کیوں نہیں ہیں۔“ وہ پوچھ رہا تھا وہ پتھنیں بولی اس کی رنگت گلابی تھی اور ہونٹ کے نیچے ایک کالا سا گل تھا وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

”سو کیٹ یہی نہ وبری کیٹ۔ پتہ ہے یہی نہ اگر میں تمہارے ساتھ رہا تو آئی ہوپ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ ہر طرف تم نظر آؤ گی میں شاید کچھ بھی دیکھنے کے قابل نہ رہوں گا۔“ وہ ٹیبل پر کھن رکنے اور روشی پر ٹھوڑی نکائے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ اٹھ کھڑی ہوئی یقیناً اسے آ من رضا کے لبوں سے ہونے والی اپنی تعریف میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔

”یا ایک بات تو بتائی جاؤ تم یہاں حرام کیسے کھا رہی ہو۔“ اس نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے روکا تھا۔ اس نے ہاتھ چھڑایا اور واش روم میں چلی گئی تھی وہاں آ کر وہ لیٹ گئی تھی جبکہ وہ کیمپوٹر کے آگے بیٹھ گیا تھا۔ رضائے اسے آج ایک پراجیکٹ کے لیے ٹینڈر فل کرنے کا کہا تھا۔ یہ کام ہمیشہ وہی کرتا تھا اور اس کا فل کیا ٹینڈر ہمیشہ سلیکٹ ہوتا تھا۔ رضا کو اس کے خوش بخت ہونے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ وہ بچپن سے جو چاہتا تھا حاصل کر لیتا تھا۔ ٹینڈر فل کرتے ہوئے اس کی نظر یہی نہ کی طرف اٹھی تھی وہ آنکھیں بند کیے لٹی تھی۔

”وائف کھانے اور سونے کے علاوہ بھی کوئی کام کرو اور دونوں میں بیٹھنا۔“ بن جاؤ گی۔“

”کیا کروں۔“ اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

”اپنے شوہر کی خدمت کر لو پار۔“ وہ کہیں بڑے کماگے سے اٹھا اور بیڈ پر اس کے قریب آڑھا ترچھا سالیٹ گیا اور خود اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں دبانے لگا۔ لیکن اگلے لمبے لمحے وہ چونکا تھا۔

”یار تم مارل لڑکی نہیں ہو۔“ اس نے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھا جو بیٹھنے کے بعد اب اس کا سر دبا رہی تھی۔

”اگر تم مارل لڑکی ہوتی تیں تو سیدھا میرا گلا دبا دیتیں۔“

”آپ میرے شوہر ہیں آپ کی خدمت مجھ پر فرض ہے۔“

”اور مجھ سے محبت۔“ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب کھینچا تھا۔

”تیں کسی گناہ گار شخص سے محبت نہیں کر سکتی۔“ اس کی بات پر وہ اس دیا۔

”واقعی..... واقعی آپ جیسی پارسل لڑکی ایسا کر ہی نہیں سکتی..... وہ ایک دن کی بھوک برداشت نہ کرتے ہوئے

اپنے شوہر کی حرام کمانی سے کھانا کھا سکتی ہے لیکن اسی شوہر سے محبت نہیں کر سکتی۔“ جواباً وہ چپ رہی وہ اٹھ کر

واپس کیمپوڑی طرف چلا گیا تھا پھر بعد اس نے چائے منگوائی تھی یہی نہ چائے نہیں لی تھی پھر وہ اٹھ کر باہر نکل آیا پاپا آچکے تھے اس نے ان سے وہ نیند رو سکیس کیا

واپس جب وہ کمرے میں آیا تھا اس وقت سات بج رہے تھے یہی نہ چائے نہیں لی تھی وہ پتھر پڑھ رہی تھی آمن رضا سناکت رہ گیا وہ خود بخود غشی خوبصورت تھی اس کی آواز

بھی اتنی ہی دلکش تھی۔ اور یہ پیشانی شاید اسی لیے تھی کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھی وہ بھی بنا مصحف شریف کے وہ لب بچھینچ کر رہ گیا وہ حافظ قرآن بھی تھی یہ اور آک

اس پر ابھی ابھی ہون تھا۔

”تم کیا چیز ہو یہی نہ۔“ آدھے گھنٹے بعد جب وہ اٹھی تو وہ ہے اختیار بولا تھا چادر طے کرتی یہی نہ کے چہرے پر انھن آئی یہ تبصرہ ان پر یوں کیا گیا اسے

مجھ نہیں آیا تھا۔

”تم حافظ قرآن ہو؟“ اس کے کہنے پر یہی نہ کو پہلے واٹے تبصرے کی سمجھ آ گئی تھی اس نے گہرا سانس لیا تھا اور اثبات میں سر ہلا دیا وہ آہستہ سے واٹس روم کی طرف بڑھ گیا۔

”میں روشنی کی طرف جا رہا ہوں دیر سے آؤں گا تم کھانا کھا لینا۔“ اس نے کہا اور پھر وہ باہر نکل آیا۔ اس کی عجیب سی حالت ہو رہی تھی وہ سمجھ نہیں پایا کہ اسے کیا ہو رہا

یہی نہ کونماز پڑھتا دیکھ کر اس کی ایسی حالت نہیں ہوئی تھی جیسی یہ جان کر ہو گئی کہ یہی نہ حافظ قرآن ہے اس کا دل بوجھل سا ہو رہا تھا۔

”یہی نہ نے کھانا کھا لیا۔“ وہ پونے گیارہ بجے گھر آ گیا تھا۔

”جی صاحب میں نے دے دیا تھا۔“ لاؤنج میں ملازم اسے دیکھ کر حرا ہو گیا تھا وہ اپنے کمرے کی طرف آ گیا سارا وقت اس نے بے مقصد سروکوں پر گاڑی

دوڑائی تھی وہ چاہ کر بھی روشنی کی پارٹی میں نہ جاسکا تھا یہی نہ سو رہی تھی دروازے کی طرف اس کی پشت تھی۔ اس کی چادر سر سے اتری ہوئی اور گلے میں پٹی ہوئی تھی یقیناً وہ

سوئے میں سر سے سرک گئی ہوئی وہ خاموشی سے اس کے پاس آ کر بیٹھا تھا اپنے جوتے موزے اتارے اور اسے دیکھنے لگا یہ لڑکی جو اس کی بیوی تھی اس پر سارے حق

رکھنے کے باوجود وہ اپنے حق کا استعمال کیوں نہیں کر پارا تھا حالانکہ وہ کسی لڑکی سے ہونے والی پہلی ملاقات میں ہر حد کر اس کر لیتا تھا پھر یہی نہ اور اس کے بیچ

ایسا کیا تھا جو وہ چوبیس گھنٹوں میں اس کے ساتھ رہ کر بھی اس سے بہت قاصطنے پر تھا اس نے جھنجھلا کر کنبجے پر سر پٹی تھا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”وہ حافظ قرآن ہے۔“ کرنٹ کی طرح اس کے اندر یہ جملہ بھرا تو وہ یوں پیچھے ہوا تو یاد تھی اسے رزق لگا ہو

دروں کی تیز لہر اس کے دماغ میں سرایت کرتی تھی اس نے دوڑوں ہاتھوں سے بال پکڑ کر نوبت تھے۔

چارہا ہوں۔" وہ موزے جوتے پہن رہا تھا۔
 "میں بھی چلوں۔" سمیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں
 سر ہلادیا اور اٹھ کر باہر آ گیا۔ دروازے پر پہنچ کر اسے
 لکھت جھانکا تھا اس نے مڑ کر دیکھا سمیہ بال باغہ رہی
 تھی۔ کچھ تھا جو ایک بار پھر ان دونوں کے بیچ آیا تھا وہ لب
 پہنچ کر آگے بڑھ گیا۔

"ماما کو کیا ہوا۔" ترنم اسے رہنمائی پر مل گئی تھی۔
 "گھر کی سیڑھیاں اترتے ہوئے ان کا حیرت سہ
 ہو گیا ڈاکٹر نے پلاسٹر چڑھا دیا ہے۔"
 "ایکسیڈنٹ گھر پر ہوا تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"
 "تم گھر پر تھے؟" ترنم چونکی اس نے اثبات میں
 سر ہلایا تھا۔

"لیکن میں بھی تم روشی کی پارٹی میں گئے ہوئے ہوں
 اسی لیے پایا کو کال کر دی تھی۔ لیکن تمہیں بتایا کس نے کال
 کی تھی۔"

"پاپا نے۔" اس نے ترنم کو بتایا پھر وہ گھٹنے بعد وہ لوگ
 مانا کو لے کر گھر آ گئے پاپا بھی گھر پر تھے آمن رضوانے
 چونک کر قہر سے دیکھا کیونکہ سمیہ پاپا کے ساتھ لاؤنج
 میں تھی۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" سمیہ نے اٹھتے ہوئے
 پوچھا تھا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا دونوں ماں بیٹی کے
 چہروں پر ناگواری آ گئی تھی۔

"کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتائیے گا۔" وہ
 واقعی کوئی عجیب شے تھی۔ شائکہ نے غصے سے بیٹے کی
 طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں.....!

"اس سے کہو یہاں سے دفع ہو جائے۔" لیکن آمن
 رضوانے یہ نظریں نظر اٹھا کر دیں وہ دیکھنا چاہتا تھا سمیہ
 کس حد تک ڈھیٹ ہے۔

"پلاسٹر کھولنے کے لیے کیا ڈیٹ وی ہے ڈاکٹر
 نے۔" چند لمبے پلاسٹر کا بخور جائزہ لے کر اس نے پوچھا
 تو آمن رضوانے ایک طویل سانس لیا وہ اس کی توقع
 سے کہیں زیادہ ڈھیٹ تھی۔ وہ لوگ اس سے بات کرنا

"اس لڑکی کے دل میں قرآن محفوظ ہے اس کی زبان
 پر قرآن رواں ہے یہ لڑکی بہت نیک ہے تو کوئی نیک
 انسان ہی اس کا ہمسفر ہونا چاہیے تم جیسا گناہ گار نہیں۔"
 "شٹ اپ۔" ایک طرف سر کا شدید وردا اور دوسری
 طرف ضمیر کی ملامت۔

"تو تم برا کیوں مان رہے ہو کیا گناہ گار نہیں ہو تم؟ تم
 جو غیر لڑکیوں سے تعلقات میں ہر حد کر اس کر لیتے ہو تو
 اس لڑکی سے دور کیوں ہو؟ جانتے ہو کیوں؟ کیونکہ اس کا
 اللہ پر کامل یقین ہے کہ تم جیسا گناہ گار شخص اسے چھو ہی
 نہیں سکتا..... چلو چھو کر دکھاؤ۔" ضمیر ہنسا تھا اور وہ تھملا
 گیا تھا۔

"پتہ ہے کیا اس لڑکی نے اس کی کتاب کو سینے میں
 محفوظ کر رکھا ہے تو رب تعالیٰ بھی اس پر بہت مہربان ہے
 وہ تمہارے ساتھ رہ کر بھی محفوظ ہے۔" ضمیر اسے چڑا
 رہا تھا اسے لگا اس کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔
 "شٹ اپ۔" وہ غصے سے دھاڑا تھا سمیہ جھٹکے سے
 اٹھ بیٹھی تھی۔

"کیا ہوا؟" بے حد پریشانی کے عالم میں وہ آمن
 رضا پر جھگی تھی وہ آنکھیں بند کیے اپنے بالوں کو نوج
 رہا تھا۔

"کیا سمجھتی ہو تم خود کو..... یوں کیا سمجھتی ہو؟" اس نے
 اسے کھینچ کر اپنی ہانہوں میں بھرا تھا۔

اس کے بازوؤں کے حصار میں بے چین ہوتی وہ
 اس کی دماغی حالت کے بارے میں مشکوک ہوتی تھی۔

"آئی ہیٹ یو سمیہ..... مجھے تمہیں اپنے طریقے پر
 چلانا ہے خود تمہارے راستے پر نہیں چلنا۔" وہ سخت لہجے
 میں بولا تھا آمن رضا کی اس پر گرفت سخت ہو رہی تھی
 یکدم آمن رضا کا موہاں بجا تو وہ چونکا۔

"من کہاں ہو بیٹے نورما ہاسپٹل پہنچو تمہاری ماما
 کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔" دوسری طرف رضا تھے۔ وہ
 جھٹکے سے اٹھ بیٹھا پھر ہاسپٹل کا نام پوچھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔
 "ماما کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے میں ہاسپٹل

بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور وہ ان کے لیے کس قدر فکر مند تھی۔

”تمہارے ساتھ کیا برا بلہ ہے تم جاؤ یہاں سے ماما کو آرام کرنے دو۔“ ترتم کی برداشت ختم ہو گئی تو وہ تقریباً چیخ اٹھی۔ وہ ایک لمحے رکی اور پھر پلٹ کر لاؤنج سے نکل گئی۔

”عجیب لڑکی ہے یہ۔“ آج ماما نے بھی اس بات کو قبول کر لیا تھا کہ وہ عجیب ہے ترتم انہیں ان کے کمرے میں لے گئی تھی۔ رضا بھی طے گئے آمن رضا جس وقت کمرے میں آیا تب بیہوش و شوکر کے دواش روم سے نکلی تھی وہ باضروسونے کی عادی تھی۔

”بیہوش تم ان لوگوں کے پاس کیا کرنے لگی تھیں وہ لوگ تمہیں دیکھنا تم سے بات کرنا گوارا نہیں کرتے اور تم۔“ وہ کہہ رہا تھا بیہوش نے یکدم اس کی بات کاٹ دی۔

”قیامت کے دن سب اللعینین فرمائے گا۔ اسے ابن آدم میں بیمار ہوا تو مجھے دیکھنے نہیں آیا تو زندہ کہے گا تو سب اللعینین ہے میرے مولا تو بیمار ہونے سے پاک ہے تو رب فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا مجھے معلوم ہوا تو پھر بھی دیکھنے نہ گیا اگر تو وہاں جاتا تو مجھے پاتا۔“ وہ بنا پلکیں تھپکے اسے دیکھتا رہا جو لینے کے بعد آنکھیں بند کر چکی تھی۔

”چاہوہ تمہیں ڈنڈا ہی کیوں نہ ماریں۔“
 ”نیک یہودن روز ہمارے پیارے نبی ﷺ پر کھرا پھینکی تھی کافی دن یہی ہوا ایک دن آپ مٹی سے گزریے تو اس نے کھرا نہ پھینکا۔ دوسرے دن مٹی نہ پھینکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ بجا کر پوچھا۔“ اس گھر سے روز مجھ پر کھرا پھینکا جاتا تھا لیکن آج اور کل نہ پھینکا گیا خیریت تو ہے ہاں۔“ تب پتہ چلا کہ وہ یہودی بیمار تھی۔
 اس کی آنکھیں بند تھیں آمن رضا بے چینی سے اپنے لب کاٹ کر دیا یہ باتیں اس نے پہلے بھی نہیں سنی تھیں۔ اسلام کو بگھنے کی نہ اسے فرصت تھی اور نہ اس کی دلچسپی تھی وہ خالی الذہنی کیفیت سے صحبت کو کھوتا رہا اس

کی حالت عجیب اور دل بہت بوجھل ہو رہا تھا سر کا درد پہلے سے زیادہ شدید ہو چکا تھا۔

”آمن۔“ وہ بیہوش کی آواز اپنے بے حد قریب محسوس کر رہا تھا اس نے آنکھیں کھولنی چاہیں لیکن وہ ناکام رہا اسے اپنا جسم تپتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اس نے دوبارہ آنکھیں کھولنے کی کوشش کی اس بار وہ ہلکی سی آنکھیں کھولنے میں کامیاب رہا تھا۔

”آمن آب کو بہت تیز بخار ہو رہا ہے آپ پلیز کچھ کھالیں پھر دوائی لے لیجیے گا۔“ بیہوش نے کہا تو اس نے اٹھنے کی کوشش کی بیہوش نے اسے آگے بڑھ کر اٹھایا کراؤن سے ٹیک دلا کر بیٹھا کر اس کا منہ دھلانے کے لیے پانی لائی منہ دھلا کر تو لیے سے اس کا چہرہ خشک کیا پھر اسے دودھ کے ساتھ سلاؤس دیے وہ بمشکل ایک ہی کھاسکا پھر دوائی کھا کے وہ لیٹ گیا تھا پھر کچھ دیر بعد اس نے ٹھنڈے پانی کی پٹیاں اپنی پیشانی پر محسوس کیں اس کے بعد وہ غنودگی میں ڈوب گیا۔



”ہاسپٹل شفٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے دماغ پر دباؤ ہونے کے باعث یہ طویل بے ہوشی ہے۔“
 جب دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو رضا کے ساتھ ایک ڈاکٹر بھی تھے۔

”میں نے دوائی لکھ دی ہیں آپ منگوائیں ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے۔“ اس نے ہلکی سی آنکھیں کھولیں بیہوش کو دواش روم سے باہر آتے دیکھ کر اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں اس وقت ایک ملازم اس کے لیے دودھ کے ساتھ سلاؤس وغیرہ لے آیا۔

”آمن پلیز کچھ کھالیں۔“ اس نے آمن رضا کا کندھا ہلایا تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ بیٹھا۔ دوائی پلا کر اس نے اسے لٹایا نہیں تھا بلکہ ٹیک لگا کر بٹھا دیا۔

”مجھے لیٹنا ہے۔“ وہ ضدی بچے کے انداز میں بولا تھا۔

”آپ رات سے لیٹے ہوئے ہی ہیں کل صبح تانتے کے بعد سے آپ مسلسل غنودگی میں ہی رہے ہیں میں نے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میری کوئی بھی کوشش آپ کو ہوش میں نہ لارہی تھی۔ ابھی میں نے آپ کے بابا کو بتایا تو وہ ڈاکٹر کو لے آئے وہ آپ کو ہاسپٹل شفٹ کرنا چاہتے تھے لیکن بھی آپ کو ہوش آ گیا۔“ میمبہ کی تفصیل پر اس کی بند ہونی آنکھیں جھٹکے سے کھلی تھیں اس وقت بابا اندر آ گئے۔

”کیا بتایا ڈاکٹر نے بابا؟“ وہ متوحش ہوا تھا۔

”ڈائینشن۔“ رضا کی نظریں بے اختیار میمبہ کی طرف اٹھی تھیں جو ہمیشہ کی طرح نظریں جھکائے اور سر اٹھائے بیٹھی تھی۔

”آپ دوائی کھا کے آرام کیجئے میں آفس جا رہا ہوں۔“ چند لمحے بعد رضا چلے گئے۔

”میں دو دن بعد ہوش میں آیا ہوں۔“ وہ بے یقین ہوا تھا اس کے سر میں اچانک درد شروع ہوا تھا اس نے میمبہ کی طرف دیکھا جو انگلیوں پر نجانے کیا گنتے میں مصروف تھی پھر اس نے گنا موقوف کر کے اس پر پھونکا اور پھر سننے لگی اس کے تیزی سے ہلے ہونٹ کہہ رہے تھے کہ وہ اس پر دعا میں پڑھ کر پھونک رہی ہے وہ اسے دیکھ کر رہا پھر یکدم اسے وحشت شروع ہو گئی اسے ترنم کی بات یاد آئی جس نے کہا تھا کہ ”اگر تم اس کے ساتھ رہے تو پاگل ہو جاؤ گے۔“

”اس نے تو کچھ بھی نہیں کیا..... پھر میں کیوں اتنا نینس ہو گیا؟“ اتنا مشکل سوال نہیں تھا جواب نمبروے چکا تھا مگر اس نے اسے ہمیشہ کی طرح چپ کر دیا تھا۔ چند لمحے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا وہ اس لمحے نہیں دور جانا چاہتا تھا میمبہ سے بہت دور اور پھر وہ کمرے سے نکل آیا اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ ڈرائیونگ کر پاتا سو وہ لان میں آ بیٹھا لان کی کھلی ہوا میں رقص کرتے درختوں کے پتوں نے خوشنما سے پھولوں نے اور چھپاتی چیزوں نے اس کے اعصاب پر بہتر اثر کیا تھا اسے احساس تھا کہ

ہوا کہ وہ کب سے وہاں بیٹھا ہے۔
”آمن بیٹا آرام کرتے کمرے میں۔“ رضا کی آواز پر وہ چونکا۔

”بابا آپ کب آئے؟“ وہ کھڑا ہوا تھا۔

”تم بھی آیا ہوں تمہاری اتنی فکر ہو رہی تھی کہ بس..... میٹنگ اینڈ کرتے ہی فوراً آ گیا۔“

”آمن بیٹا اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔“ کچھ دیر بعد رضائے نے کہا تو وہ اٹھ کر اسے کمرے میں آ گیا وہ آج پھر تلاوت قرآن میں مصروف تھی وہ خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ کر اسے سننے لگا اسے معلوم سمجھ نہیں آ رہا تھا لیکن دل کی کیفیت پھر بھی عجیب ہونے لگی کچھ دیر بعد میمبہ دعا مانگ کر اٹھی تو اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے یکدم رکی پھر اس پر پھونکا اس نے چونک کر نظریں اٹھائیں وہ آگے بڑھ گئی تھی لیکن اس کے چہرے پر ایک شرمیلی چمک اس نے بخوبی دیکھی تھی آج بابا کا پلاسٹریک تھا وہ سب اس کی شادی کی فنکشن کو ڈسٹس کر رہے تھے کل اس کی مہندی کی رسم بھی پرسوں ہی تھی اور اس کے اگلے دن ویسے کا فنکشن تھا ان سب کو خدشہ تھا کہ میمبہ مہمانوں کے سامنے کوئی بھی براہم کری ایٹنڈ کر سکتی ہے ہاشم نے صاف لفظوں میں آمن رضائے سے کہا تھا کہ وہ میمبہ کو ابھی طرح سمجھا دے کہ وہ کوئی تماشہ نہ کرے۔

جب ہی دروازے پر دستک ہوئی تھی آمن نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا میمبہ آنکھیں بند کیے لیٹیج پڑھنے میں مصروف تھی آمن نے اٹھ کر لاک کھولا سامنے ملازم کھانے کی ٹرائی لیے کھڑا تھا۔

”تم جاؤ۔“ آمن رضائے نے ٹرائی اندر دیکھی تھی۔

”میں رکھ دیتا ہوں سر۔“ ملازم کے لہجے کی بے چینی کو اس نے بخوبی محسوس کیا وہ چونک گیا اس گھر کے ملازم من مانی نہیں کرتے تھے۔

”تم جاؤ۔“

”سر تو روتے روتے بریانی اور.....“

”کیا مطلب کیا کہو اس کر رہے ہو مجھے یہ سب

دکھائی نہیں دے رہا ہے جو تم مجھے بتا رہے ہو۔" وہ یکدم
دھاڑا۔

"جی صاحب۔" ملازم خوفزدہ ہو کر واپس پلٹا تھا
آمن کمرے میں مڑا تو مہینہ کے چہرے پر ناگواری تھی
یقیناً اسے آمن کا اس لہجے میں بات کرنا پسند نہیں آیا تھا
پھر مہینہ نے اٹھ کر کھانا ٹیبل پر لگایا اور وہ کھانا کھانے لگا
کھاتے کھاتے آمن رضایا تکلیف چوبک اٹھا۔ مہینہ
صرف تو رومہ روٹی کھا رہی تھی وہ بریانی چھین نہیں اور
دوسری چیزوں کو ہاتھ تک نہ لگا رہی تھی وہ کچھ برنب بھیجے
اسے دیکھتا رہا۔

"یہ چکن نہیں لو۔" اس نے پیٹ اس کی طرف
بڑھائی مہینہ خاموشی سے کھانا کھاتی رہی اس نے چکن
چیس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا تھا وہ اسی تو رومہ روٹی کے
نواسے ایک کے بعد ایک لے رہی تھی۔

"مہینہ یہ تو رومہ روٹی تمہارے اپنے پیسوں کا ہے
نال۔" وہ دانتوں پر دانت جما کر بولا تو مہینہ چونک گئی وہ
ہاتھ کا نوالہ منہ میں ڈالنا ہی بھول گئی۔
اس نے لب بھیجے تھے۔

"مہینہ یہ کھانا تمہارے پیسوں کا ہے نال۔" اس بار
وہ چیخ اٹھا تھا۔

"ہاں۔" اس نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا اور
نوالہ منہ میں ڈال لیا اس کا لہجہ بے خوف تھا آمن سلگ
ہی تو گیا اس کا زمانے دار ٹھنڈی مہینہ کو اچھٹنے پر مجبور
کر گیا آمن رضانا نے غصے سے سامن کی پلیٹ اٹھا
کر دیوار پر ماری پھر وہ اٹھ کر باہر نکل گیا مہینہ کو اپنی فکر
نہیں تھی فکر تھی اسے اس ملازم کی جو لوہے سے پیسے لے
کر اس کے لیے کھانا لانا ہوتا تھا وہ لب بھیجے کر آمن رضانا
کے پیچھے پہنچا۔

"مہینہ کے پیسے کس سے پوچھ کر کھانا لاتے
تھے۔" وہ ملازم کے سر پر ہٹا پوچھ رہا تھا اور ملازم کا رنگ
ہلکی کی طرح ہلکا پڑ گیا۔

"تم تنخواہ مجھ سے لیتے رہے اور وفاداری مہینہ کی

کرتے رہے۔"
"آمن پلیز آپ انہیں کچھ مت کہیں۔" وہ ان
دونوں کے بیچ آگئی۔

"پھر کسے کہوں؟" وہ چلا اٹھا تھا۔
"جو کہتا ہے مجھے کہیں۔"

"تمہیں تو جو کہتا ہے وہ میں بعد میں کہہ لوں گا
انہی اسے دیکھ لو۔" اس نے مہینہ کا بازو پکڑ کر سائیڈ میں
کیا تھا اور پھر آگے بڑھ کر سیور اٹھا لیا۔

"ایس پی تنویر علی کہاں ہو یا ذرا گھر آؤ ایک بندہ
تمہارے حوالے کرتا ہے ذرا اچھی طرح اس کی دھلائی
کر دو تاکہ آئندہ مجھے دھوکا دینے کی ہمت نہ کرے۔"

"آمن پلیز یہ ظلم مت کریں پلیز اس کے چھوٹے
چھوٹے بچوں کا خیال کریں۔ میں معافی مانگتی ہوں آپ
سے میں آپ کے پاؤں پکڑتی ہوں۔" مہینہ تڑپ کر
آگے بڑھی تھی اور دونوں ہاتھ جوڑ کر وہ آمن رضانا کے
قدموں میں بیٹھی تھی اور دوسری طرف ایس پی تنویر علی کی کہہ
رہا تھا آمن رضانا منہ نہ سکا وہ متحیر سا رہ گیا تھا اسے اپنے
ہی کٹھنوں پر شبہ ہوا تھا وہ سمجھا کہ وہ مہینہ کو پولیس کے
حوالے کرنے کا کہہ چکا ہے لیکن نہیں... وہ اتنی عجیب
لڑکی تھی کہ پولیس تو کیا وہ کسی کے بھی حوالے اسے
کر داتا تو وہ قطعی اس سے کٹا گئے یوں نہ لڑائی اور تو اس
ملازم کے لیے ہاتھ جوڑے بیٹھی تھی۔ اس کے اندر یکدم
ایک لہجہ سا اٹھا وہ اسے گھسیٹتے ہوئے واپس کمرے میں
لایا تھا۔

"تم نے تین دن تک مجھے بے وقوف بنانا ہے تمہاری
سزا یہ ہے کہ میں اگلے تین دن تک تمہارا کھانا بند
کر دوں۔" اس نے اسے بند پر پھینکا وہ خاموشی سے
پڑی رہی آمن رضانا واپس باہر نکل گیا وہ یقیناً یہ کارنامہ
دوسروں کو سنانے گیا تھا۔

"اے اللہ عزوجل مجھے ہمت دینا کہ میں ان گراہوں
کا مقابلاً پورے صبر کے ساتھ کروں، مجھ پر شیطان و
حادی نہ ہونے دینا کسی مقام پر مجھے مزبور مت کرتا"

کر چوٹ کا جس چیز کا ذکر ملازم نے سب سے پہلے کیا تھا یعنی "تورمہ روٹی" یہیہ صرف وہی کھا رہی تھی اس کے علاوہ وہ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگا رہی تھی۔

"اف۔۔۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھامنا تھا طبیعت اس کی پہلے سے خراب تھی لیکن اتنی بری حالت اس کی کبھی نہیں رہی تھی وہ جسے سیدھا کرنے کے لیے لایا تھا خود اس چھٹا تک بھر کی لڑکی کے ہاتھوں بے خوف بن گیا تھا۔ طبیعت بڑھ چالی ہونے کے باعث وہ سو گیا اور جب آٹھ کھل گئی تو وہ حیرت زدہ رہ گیا صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔

یہ اتنی زیادہ نیند کیسے آنے لگی ہے مجھے..... کہیں میں پھر تو بے ہوش نہیں ہو گیا تھا، گھڑی رہ نظر پڑنے ہی وہ جھکے سے اٹھ بیٹھا یہیہہ سر جھکائے انگلیوں پر کچھ سیننے میں مصروف تھی آٹھ کن رضا نے انٹرکام پر ملازم سے ناشتہ لانے کو کہا۔

"میرے لیے ناشتہ لے آؤ..... خیال رہے صرف میرے لیے۔" اس نے ہدایت کی تھی کچھ دیر بعد ملازم ناشتہ لے آیا تھا وہ اکیلا بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگا۔

"تمہیں پتہ ہے ساج ہاری مہندی کا فنکشن ہے میں تمہارا ڈریس لاجکا ہوں خاموشی سے تیار ہو جانا..... ورنہ آج....." وہ اٹھ کر اس کے قریب آیا اور یہیہہ اس کے ادھورے چہلے کا مطلب اچھی طرح سمجھ گئی تھی لیکن جواباً اس نے چپ رہنے کو ترجیح دی تھی وہ خاموشی سے اسی طرح تسبیحات پڑھتی رہی۔

"یہیہہ کیوں ہر وقت عبادت کرتی رہتی ہو تمہاری تو کوئی دعا قبول نہیں ہوتی؟" وہ اس کے قریب بیٹھ کر بغور اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا یہیہہ کے چہرے پر ابھرنے آگئی وہ اس کی بات کا مطلب قطعی نہ سمجھتی تھی۔

"تم نے دعا مانگی ہوگی نیک ہمسفر کی اور مسلط ہو گیا میں تم پر۔" اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے کر اس کے کندھے پر سر نکاتے ہوئے وہ اسے دیکھنے لگا۔

"میں نے ہمیشہ اپنے حق میں بہتری کی دعائیں کی

میرے مالک۔" وہ اپنی جگہ سے ہلے بغیر محو مناجات ہو گئی۔ دوسری طرف وہ سب لوگ جو اس سے کچھ نہ کچھ توقع کر رہے تھے اور پچھلے تین دن سے اس کی خاموشی اور اس کے اطمینان پر جیسے مایوس ہو گئے تھے اب جوش خروش سے اس کے خلاف بول رہے تھے سوائے شہلا اور رضا کے۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ کوئی نہ کوئی براہم کری ایٹ کر کے انسلٹ کرے گی آخر اس نے گرویا ناں ہمیں رسوا دو گئے کے ملازم کے سامنے۔" شائلہ سخت غصے میں تھیں۔

"میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا رضا کہ میں اس کے کسی فضل کا ذمہ دار نہیں ہوں وہ کرے گی کیا اور تم لوگ بھگتو گے کیا؟" ہاشم حسب عادت ہنر کر رہے تھے۔

"تم اسے طلاق کیوں نہیں دیدیتے۔" شہلانے کہا تو اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"دبے دوں گا طلاق بلکہ عین رخصتی کے لمحے طلاق دوں گا۔" وہ گھڑا ہو گیا شائلہ نے سکون کا سانس لیا اور کسی کو فرق نہ پڑا لیکن شہلا دھک سے رہ گئیں۔

"اب تم کیا تلاش کرنا چاہتے ہو آمن۔" رضا جھنجھلا گئے۔

"پاپا میں کچھ کچھ اس کی وجہ سے نارچہ ہو رہا ہوں اب اسے اذیت کی انتہا پر پہنچائے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔" وہ باہر نکل آیا تھا واپس جس وقت کمرے میں آیا یہیہہ عصر کی نماز پڑھ رہی تھی وہ دم سے بیٹھ پر گرا تھا اس کا دماغ ماؤف ہونے لگا اسے شک تک نہ ہوا اور وہ اس لڑکی کے ہاتھوں بیوقوف بنتا رہا اسے اس بات پر حیرت تو تھی کتا خروہ کیسے حرام کمانی سے کھانا کھا رہی ہے پھر وہ یہی سمجھا کہ وہ بھوکہ کی بھی ہے برداشت نہیں کر سکتی اس کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکا کہ وہ اپنے پیسوں سے کھانا منگوا رہی ہے..... وہ تو اس نے ملازم کے لہجے کی بے چینی محسوس کی تھی پھر اس کے مینو کے بتانے پر اسے طعناً یا لیکن کھاتے کھاتے وہ یہ دیکھ

ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے ساتھ میں میری کچھ نہ کچھ بہتری ضرور ہوگی۔“ اس نے بے حد اطمینان سے جواب دیا۔

”آف کورس ڈیئر وائف مجھ سے زیادہ آپ کے لیے کوئی بہتر شخص ہو سکتا ہے۔ آج رات میں آپ کو اپنے خاص دوستوں سے طواؤں گا ان سے مل کر آپ کو اندازہ ہوگا کہ کس قدر بہتر شخص آپ کی زندگی میں آیا ہے۔“ وہ اٹھتے ہوئے بولا اور پھر باہر نکل گیا جب وہ واپس آیا اس کے ساتھ کھانا اور بیوٹیشن دونوں تھے اس نے خود ہی وہاں بیٹھ کر کھانا کھایا پھر بیوٹیشن کو میینڈ کے متعلق گائیڈ کرنے لگا۔ میینڈ دعا مانگ کر بھی تو بیوٹیشن کو دیکھ کر ڈیک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

”مہندی سے شروع کریں۔“ پاس آتی بیوٹیشن اس کے پھیلے ہاتھ دیکھ کر چوکی اور آمن رضا نے مسکراتے ہوئے اس کی فکست کو دیکھا اور پھر باہر نکل گیا کافی دیر بعد لوٹا تو بیوٹیشن کو لاؤنچ میں پایا تھا۔

”سریم کی اسکن بے حد فریش ہے شام کتا کر میں ان کا میک اپ کر دوں گی۔“

”کو کے۔“ اس نے کہا اور اندر آ گیا۔ میینڈ بیڈ پر آدھی لیٹی ہوئی تھی۔ دونوں تکیوں پر سر رکھے ہی بیڈ سے نکالے آئیں بند گئیں۔

”کیسا لگا وائف اپنی پہلی بار پر۔“ وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔

”بہت اچھا۔“ اسے فوراً اس جواب کی امید نہیں تھی وہ بیٹھنا بھول گیا وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا ایک ہل کو اسے لگا کہ یہ میینڈ نہیں کوئی اور ہے کیونکہ میینڈ کو یہ سب کیسا اچھا لگ سکتا ہے۔

”اپنے شوہر کے لیے جتنا سنورا کے برا لگ سکتا ہے۔“ میینڈ کا اگلا جملہ اسے چڑا گیا۔

”تم صرف اپنے شوہر کے لیے نہیں سچ سنور رہی ہو بلکہ آج تو بہت سے لوگ تمہیں بے پردہ دیکھیں گے۔“

اس کی بات پر وہ یکدم بیڈ سے اترنے لگی۔
”صبر کا وقت اور ہے۔“

”کر لو دعائیں..... آج شام کے آنے کی ڈھیر سی دعائیں کرو..... کیونکہ جو شام آج تمہاری زندگی میں آ رہی ہے وہ پھر تمہیں دعا کی مہلت نہیں دے گی۔“ اس کی تسخیر اڑانی آواز پر میینڈ نے کان بند ہونے کی دعا بے ساختہ کی مگر پھر وہ واپس روم میں چلی گئی باہر آئی تو آمن رضا کمرے میں نہ تھا۔

”اے میرے سولا کاش میں تیرے وہ نام جانتی جنہیں لیتے ہی دعا قبول ہو جاتی ہے میرے اللہ میری زندگی میں آج شام بلکہ کبھی کوئی ایسی شام مت لا جس میں مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو میں تیری بہت عام بندی ہوں زیادہ ظلم و جبر برداشت نہ کر سکوں گی تو مجھے ہمت دے تو مجھے خالموں سے لڑنے کی طاقت دے تو مجھے سیدھی راہ پر چلا اسی راہ پر جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے مجھے بھٹکنے مت دینا میرے سولا مجھے گمراہوں کے راستے پر نہ چلا تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ مجھے ہر گناہ سے بچالے۔“ اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں بہ رہے تھے مگر اس کا دل تڑپ رہا تھا۔

”اللہ مجھے اس عذاب سے نکال مجھے اس امتحان میں کمزور نہ ہونے دے۔“ مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی ہمت دینا مانگ مجھے ہمت دینا۔“ اس کی تکلیف کا اندازہ اس کے چہرے سے بھی بخوبی ہو رہا تھا وہ ابھی تولیے سے چکر آنے لگے اس نے بمشکل جائے نماز کو چھوٹی میز پر رکھا جب ہی اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اس کی تکلیف بڑھ رہی تھی اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑا تھا اس کے لیے بیڈ تک جانا مشکل ہو رہا تھا۔

”کیا میرے دماغ کی کوئی رگ پھٹنے والی ہے۔“ بالوں کو پکڑے ہوئے اس کے ذہن میں پہلا خیال آیا۔

”یہ میرے اللہ کی مدد ہے۔“ اگلے پل آنے والے خیال نے اسے تعویذ بخشی تھی اس نے ایک قدم آگے بڑھایا وہ گرنے لگی تھی تب خود کو پہچاننے کے لیے اس نے

سائیدنیل کو پکڑا لیکن ہاتھ لیب پر پڑ گیا وہ خود کو نہ بچا سکی اور لیب اس پر گر پڑا یہی اس کا آخری احساس تھا۔

ایمیل! آسن رضا جس وقت روم میں داخل ہوا وہ فرش پر پڑی تھی۔ نیل لیب اس سے ذرا فاصلے پر ٹوٹا ہوا تھا اس کی پیشانی سے خون نکل رہا تھا آسن رضا نے لیب کیٹھے وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹایا تھا پھر اس نے ڈاکٹر کو بلایا ڈاکٹر کے آنے تک پورا گھرا گیا۔

"کیا ہوا ہے؟" شہلا ہراساں تھیں۔
"پھر کوئی ڈرامہ کیا ہوگا؟" شاملہ جڑی ہوتی تھیں۔
"پتہ نہیں اور کتنا خوار کرے گی یہ لڑکی مجھے۔" ہاشم حسب عادت بھڑک رہے تھے۔

"اس نے خود کو زخمی نہیں کیا ہے بلکہ اچانک ایسا ہوا ہے۔" رضا اس کا تفصیلی جائزہ دے رہے تھے بھی ڈاکٹر آگے ڈاکٹر نے پہلے بیڈنگ کی تھی کیونکہ خون اب تک رس رہا تھا۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے آپ کی پیدلٹ نے شاید پوچھنے دو تین دن سے صاف نہیں ٹھیک رہا اس لیے پتہ کر رہے ہوں ہوں جس لیکن لیب سے لگنے والی جوت کے باعث یہ بے ہوش طویل ہو سکتی ہے۔" ڈاکٹر اس کا چیک اپ کر رہے تھے۔

"ہاں اس نے دو تین ٹائم سے پتہ نہیں کھایا۔" آسن رضا نے دیر سے سے جواب دیا تو وہ اپوں سمجھے ڈاکٹر کہہ کر آسن رضا کو دیکھنے لگے۔

"مسٹر آسن رضا یہ بے ہوشی دو تین ٹائم کی ہوتی سے نہیں ہے بلکہ دو تین دن بھوکے رہنے کی وجہ سے ہے۔" ڈاکٹر نے اپنی بات پر زور دیا تو آسن رضا نے چونک کر کچھ بچھڑ کر نہیں دیکھا۔

"دو تین دن سے کیوں بھوکے ہوئی ہوئی؟"
"یہ آپ کو پتہ ہونا چاہیے۔" وہ اپنا تیس لے کر کھڑے ہو گئے۔

"یہ دو تین ٹائم کی ہیں میں نے یہ اٹھ جائیں تو کھلا

دیکھیے گا اور فکر مت کیجیے گا انہیں ہوش آجائے گا۔" وہ مارل انداز میں کہہ کر واپس کے لیے نکل گئے۔

"باہر آئے مہمانوں سے کیا کہیں گے ہم۔" شاملہ نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔

"اسے ابھی ہوش آجائے گا۔" آسن رضا نے لب کیٹھے تھے۔

"اسے اب کبھی ہوش نہیں آئے گا۔" شاملہ جمل کر بولیں اور باہر نکل گئیں۔

"تم اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے آسن۔" شہلا روہا ہنسی ہو گئیں۔

"رخصتی کے وقت چھوڑوں گا اسے۔" وہ بنا ٹپکیں جھپکے سینہ کو دیکھ رہا تھا اس کے خون میں اس لمحے جو پانی سا تھا رہا تھا وہ صرف سینہ سے نظر ت برا سارہ تھا۔

"آسن ہم پہلے ہی بہت زیادہ ٹینشن میں ہیں تم بھی تماشے کرو گے تو ہم پاگل ہو جائیں گے۔" رضا یکدم چیخے تھے۔

"مجھے صرف اس کا غرور ختم کرنا ہے پاپا اور مجھے اس کے علاوہ اس میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔" وہ یکدم ان کی بات کاٹ کر بولنا تھا وہ اسے گھور کے رہ گئے۔

"آسن تم میری بیٹی کے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔" شہلا غصے سے بولتی تھی۔

"جبکہ میرا خیال ہے آسن بالکل صحیح کرے گا یہ لڑکی کبھی بھی آسن کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر نہیں چل سکتی جس طرح یہ جگہ جگہ ہمیں خوار کر رہی ہے اسی طرح یہ آسن کو بھی شرمندہ کرے گی بہتر یہی ہوگا کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔" ہاشم غصیلے لہجے میں بولے۔

"ہاشم پیڑوہ آپ کی بیٹی ہے۔" شہلا بے چارگی سے نہیں دیکھتے تھیں۔

"نہ ہی ہوتی تو اچھا تھا۔" کہتے ہوئے وہ باہر نکل گئے رضا جھپکے گئے۔

"آسن پیڑوہ تم ہی سمجھو بڑا اور۔"
"آسنی مجھ سے ہاتھ بہنے کی ضرورت نہیں ہے میں

کچھ نہیں سنوں گا۔ وہ باہر نکل گیا تھا تو انہوں نے ایک نظر بیمینہ کے چہرے پر ڈالی اور پھر گہرا سانس لیتے ہوئے خود بھی باہر چلی آئیں۔ گیارہ بج رہے تھے مہمان آچکے تھے آمن رضا دوبارہ اسے حضور چکا تھا مردہ یونہی بے سدھ رہی۔

”وہن کہاں ہے؟“

”وہن کب آئے گی۔“

”رسم کب شروع ہوگی۔“ مہمانوں کے سوالات شروع ہو گئے کسی کے پاس کچھ جواب نہ تھا۔ تملایا ہوا آمن رضا کچھ نہیں بول رہا تھا لیکن اس کے انداز سے تو مہمانوں کی سمجھ میں بہت کچھ آ رہا تھا اور جو لوگ بیمینہ کو جانتے تھے ان کی سمجھ میں تو بھی کچھ آ گیا تھا۔

”بیمینہ کو فوڈ پوائزن ہو گیا ہے سوری ہم رسم ملتوی کر رہے ہیں وہ ہسپتال میں ہے۔“ شینہ نے اعلان کیا۔

”فوڈ پوائزن کھانے کی زیادتی سے ہوا ہے یا نہ کھانے کی وجہ سے۔“ مہمان بیمینہ کو اچھی طرح جانتے تھے شاید..... شینہ جزیہ ہوئی پھر لوگوں میں سرگوشیاں شروع ہو گئیں جو بہر حال اتنی بلند تھیں کہ تمام میزبانوں کی سماعت تک پہنچی ہوئی تھی۔

”بیمینہ گھر چھوڑ کر تو نہیں چلی گئی تھیں۔“

”یہ لوگ شاید بات دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

”ایسی باتیں چھٹی تھوڑی ہیں۔“

”آمن کو بھی نجانے کیا سوچھی ایک سے ایک لڑکی اس برقد تھی مگر اسے بھی بیمینہ ہی بی جواں کے ساتھ ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔“ یہ وہ سرگوشیاں تھیں جو میزبانوں کے غصے کا باعث بن رہی تھیں اور یہ تمام غصہ بیمینہ پر تھا جو انہیں رسوا کرنے کا باعث بن رہی تھی۔ جبکہ شہلا کا معاملہ تو بالکل ہی الگ تھا۔

”شہلا تمہاری یہ بیٹی تو بالکل ہی الگ ہے قصور تمہارا نہیں تمہیں اسے اپنی سانس کے پاس بھیجتا ہی نہیں چاہیے تھا اور پھر آمن جیسے تمہیں کے ساتھ بے چاری کی

شادی کر دی وہ لڑکی تو نارٹل ہی نہیں ہے۔“ یہ خاتون شہلا کو برسوں سے جانتی تھیں اور اس وقت شہلا کا ضبط آزما رہی تھیں۔

”نارٹل نہیں ہے..... کیا مطلب؟“ دوسری خاتون اس قدر بھی انجان نہ تھیں جتنا بیٹے کی کوشش کر رہی تھیں۔

”ارے بھئی شہلا کی سانس کافی دقتا تو سی تھیں ایسے ہی انہوں نے بیمینہ کی پرورش کی ہے۔ بیمینہ کو دیکھو لگتا نہیں

ہے کہ یہ شہلا کی بیٹی اور شینہ کی بہن ہے۔“

”ہاں دیکھا ہے میں نے پچھلی صدی کی دادی تانی سے بھی دو ہاتھ آگے ہی ہوگی۔“ وہ خاتون استہزائیہ مسکراہٹ لیے انجان بیٹے کی ایک تنگ ختم کرنے کے شہلا سے اظہارِ نفوس کرنے لگی تھیں۔

”شہلا قسمت والی ہوتی تم آخر آمن جیسا داماد ملتا۔“ ان سے دامن چھڑا کر وہ بمشکل دو قدم چلیں کہ ایک اور خاتون نے روک لیا۔

”ماتا..... کیا مطلب..... وہ تو ہے ہی میرا داماد“

انہوں نے حیرت سے ان خاتون کو دیکھا جو باہر یوں مسکرائیں گویا سب جانتی ہوں کہ بیمینہ کہاں ہے اس کی مرضی کیا ہے شہلا کے تن بدن میں آگ لگ گئی آج تک انہوں نے بہت سے لوگوں پر ہاتھ پائی تھیں آج لوگوں کو یہ موقع میسر تھا وہ کیوں پیچھے رہتے سب دل کھول کر بول رہے تھے۔

”کل آتا ہے یا نہیں۔“ کسی صاحب نے چلتے چلتے ہاشم کو بھڑکا دیا۔

”ہاں بھی بتا دو کہیں آج کی طرح کل کا آتا بھی بیکار ہے۔“ دوسرے صاحب بولے ہاشم پھٹ پڑے۔

”کل آتا سب لوگ اور دیکھنا کہ یہ لڑکی ہمیں کس طرح خوار کرے گی۔“

”ہاشم۔“ رضا اور شہلا تیزی سے ان کے قریب آئے تھے۔

”ایک دفعہ مر جائے تو جان چھوٹے..... خود کو لودھی

رہی ہے اور ہمیں لمحہ لمحہ مار رہی ہے۔“ آمن رضا نب

بھیجے نہیں دیکھ رہا تھا جن کا دماغ لوگوں کی باتوں سن کر ٹھنڈے کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ وہ پلٹ کر کمرے میں آیا یہی وہ اسی طرح بے سہمہ گی۔

”صرف ایک بار ہوش میں آ جاؤ یہی پھر دیکھو میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔“ وہ اسے لب بھینچے دیکھنے لگا تھا پھر اسے چھوڑ کر جس وقت باہر آیا شہلا تمام مہمانوں کو رخصت کر رہی تھیں، ماما کہیں نہیں یقیناً وہ حزیب بے عزتی کی تحمل نہ ہو سکیں اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

”یہ تمہیں کبھی خوش رہنے نہیں دے گی آسن برہاد کر دے گی یہ تمہیں..... تم نے دیکھا..... آج..... آج لوگ مجھے..... مجھے ہاشم درانی کو..... کتنا ذلیل کر کے گئے ہیں۔“ وہ شراب کے نشے میں ٹوٹتے ہوئے جلتے بمشکل ادا کر رہے تھے اس نے شہلا کو بلا کر انہیں کمرے میں لے جانے کے لیے کہا۔

”یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا آسن..... اگر تم اسے پہلے ہی چھوڑ دیتے تو آج ہمیں یہ دن نہیں دیکھنا پڑتا۔“ شہلا آزرہ لہجے میں کہتی بمشکل ہاشم کو اندر لے جا سکی تھیں۔

”شہلا بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں آسن تمہاری ضد کی وجہ سے ہم کسی سے نظر ملانے کے قابل نہیں رہے ہیں۔“ رضاحی سے کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔

”آؤ آسن تمہارا ذہن فریش کرتے ہیں۔“ ڈیٹان اس کے قریب آیا تھا۔

”کم آن آسن رضا۔“ ہاشم رضا وغیرہ کے دوست چلے گئے تھے اب ہنگ جزیرین باقی تھی اور ڈانس پارٹی اپنے عروج پر تھی۔ شراب اور شباب دونوں جمع تھے سو سب ہی لوگ مہوش تھے وہ ذہنی طور پر اتنا الجھا ہوا تھا کہ اس پارٹی کا حصہ نہ بن سکا اور ایک طرف کاؤنٹر پر بیٹھ کر آہستہ آہستہ شراب کے گھونٹ لیتا وہ ان سب کو دیکھتا رہا ترنم شبینہ فرقان ڈیٹان اور ان کے فریڈز خود اس کے بھی دوست محو رقص تھے۔

”تانیہ کہاں ہے؟“ اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر یکدم اٹھ کھڑا ہوا اسی بل روشنی اس کے قریب آئی۔

”اے..... آسن کہاں ہو تم؟“ اس کا سانس پھول رہا تھا اس نے کاؤنٹر سے گلاس اٹھا کر شراب پینی شروع کر دی آسن بنا سے جواب دیئے باہر آ گیا۔

”بھاگ جاؤ یہاں سے یہی وہ درندہ یہ لوگ تمہیں مار ڈالیں گے اسی راستے پر چلنے کے لیے مجبور کریں گے جس راستے پر خود چل رہے ہیں۔“ تانیہ کی آواز پر اس کے خون میں لہال آ گیا تھا اس نے جھٹکے سے دروازہ کھولا تھا تانیہ نے پلٹ کر دیکھا۔

”واٹ از یور پرائیم تانیہ۔“ وہ اسے قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولا۔

”آسن پلیز یہی وہ چھوڑ دو..... یہاں راستے پر نہیں چلے گی جس پر تم چلا رہے ہو۔“ اس کا لہجہ ملتجائیہ تھا۔

”تم کون ہوئی ہو یہ کہنے والی..... اور تم بھی تو پہلے ایسی ہی پارسائی بی تھیں ناں اب دیکھو خود کو۔“ اس نے تنفر بھرے انداز میں کہا تھا۔

”میں اور ایسی پارسا؟“ وہ یوں ہنسی جیسے خود پر ہنسی ہو۔

”کچھ لوگ ہوتے ہیں آسن جنہیں اللہ سیدھی راہ کے لیے جن لیتا ہے اور سیدھ شاید وہی ہے جسے اللہ نے جن لیا ہے۔“ وہ سیدھ کے کراہنے پر سیدھ کی طرف بڑھتے آسن رضا کو دیکھ کر سوچنے لگی آسن رضانے اسے چھوڑ ڈالا سیدھ نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر لیں۔

”یہی سیدھ۔“ آسن رضانے اسے سمجھ کر بٹھا یا تو اس کے ذہن پر چھلپا اندر پھر ایک نکتہ دور ہوا اور پھر تانیہ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں الجھن آ گئی۔

”منہ دھو کر آؤ۔“ آسن رضانے کہا تو وہ خاموشی سے بیڈ سے اتری ایک قدم چل کر بے اختیار ڈرگمائی۔

”سنجھل کے۔“ تانیہ کے لبوں سے بے اختیار نکلا تھا اس نے ایک ہل کو رک کر تانیہ کو دیکھا پھر واٹش روم میں

تھس گئی واپس نکلی تو ٹیبل پر کھانا لگا ہوا تھا۔

”کھانا کھاؤ سمینہ۔“ آمن رضا کے لہجے میں حکم تھا وہ تو لیے سے چہرہ رگڑتی رہی۔

”ڈاکٹر نے کہا تم نے پچھلے تین دن سے کھانا نہیں کھایا حالانکہ تمہارا کھانا میں نے صرف پچھلے تین دن تک کھا تھا۔“

”آپ بیمار تھے میں کیسے کھانا کھا سکتی تھی۔“ اس نے تویہ صوفے پر پھیلاتے ہوئے آمن رضا کی بات مکمل نہ ہونے دی تھی اور آمن رضا جیسے لمبے بھر کو بولنے کے قابل نہ رہا۔ وہ اس کے لیے پچھلے چار دن سے بھوک تھی اس کی نظر بے اختیار تانیہ کی طرف اٹھی وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

”ابلی وے یہ ہماری حرام کمائی کے پیسوں کا کھانا ہے محترمہ تناول کیجیے۔“ اگلے پل وہ ایک گہرا سانس لیتے ہوئے بولا تو سمینہ نے بنا جواب دیئے چادر نماز کے اعجاز سے بائیں اور چھوٹی میز پر سے جائے نماز اٹھائی آمن رضا کے لب بچنے تھے۔

”کیا کر رہی ہو تم؟“

”تجدد کا وقت ہو رہا ہے۔“ آمن رضا نے گھڑی دیکھی تین بجے تھے۔

”کھانا کھاؤ پہلے۔“ اس نے اس سے جائے نماز لے کر واپس میز پر رکھی اور اسے لاکر کھانے کے قریب بیٹھنے کے سے انداز میں دکھایا سمینہ کے لب بچنے اور تانیہ کی آنکھیں آنسوؤں سے مھر گئیں۔

”کھانا کھاؤ پھر تیار ہو اور میرے ساتھ پارٹی میں چلو۔“

”کیسی پارٹی۔“

”تم نے اپنے ماپوں کے فنکشن کو مس کر دیا ہے لیکن ہماری طرف سے ڈانس پارٹی اپنے عروج پر ہے۔“ وہ اٹھ کر وارڈ روب کھول کر کھڑا ہوا تھا پھر اس نے اندر سے ایک ڈریس نکالا جسے دیکھتے ہی تانیہ نے نظریں چرا لیں۔

”پہننا سے۔“ اس نے سوٹ سمینہ پر اچھا لادہ بول

اچھل کر پیچھے ہوئی جیسے وہ سوٹ نہیں سانس ہو۔

”میں اسے نہیں پہنوں گی۔“ اس کا لہجہ مستحکم تھا۔

”میں بکو اس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔“ وہ یکدم غرایا۔

”بحث فضول ہے آمن رضا۔۔۔۔۔۔ میرا اللہ مجھ سے بہت پیار کرتا ہے اور میں نے اپنے پیارے مولا سے

ایک دعا کثرت سے کی ہے کہ جان بوجھ کر حرام میں کبھی کھاؤں گی نہیں اور انجانے میں وہ مجھے حرام کھلانے

کا نہیں میں اپنے ہاتھ تو زلوں گی لیکن اللہ کی رسی کبھی نہیں چھوڑوں گی میرا پروہ ختم کرنے کی آپ کی مذموم کوشش

کو میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہونے دوں گی میں جان دے سکتی ہوں آمن رضا لیکن ایمان نہیں۔ خود کشی تو میں

کر نہیں سکتی کہ یہ جہنمی راستہ ہے اور یوں بھی میں ابھی جینا چاہتی ہوں کہ میں نے مکہ مدینہ کی پرکیت فضاؤں کو

ابھی نہیں دیکھا ہے انہیں دیکھے بغیر تو مرنے کی آرزو کر بھی نہیں سکتی۔۔۔۔۔۔ ہاں لیکن آپ کی اس کوشش کو بیکار

کرنے کے لیے خود کو نقصان پہنچا سکتی ہوں اگر خداخواستہ میں مر جاؤں تو گواہ رہے گا میں نے خود کشی

نہیں کی ہے۔“

”سمینہ۔“ تانیہ کی دلخراش چیخ آمن رضا کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مفلک کر گئی اس نے ٹپک جھپکتے میں

سانس رکھی چھری سے اپنی کلائی کاٹ ڈالی تھی وہ ڈاکٹر تھی اسے اندازہ تھا کہ کتنا گہرا زخم اسے اس ہسپتال سے نجات

دلا سکتا ہے خون بھل بھل بہتا اس کے کپڑوں کو رنگین کر رہا تھا۔

حصہ نوم ان شہ اللہ آئندہ ملہ

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیوم ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو پی ڈی ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں www.paksociety.com

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

شش ماہی
عائشہ نور محمد



عمر بھر کا حساب کر ڈالا

اس نے پھر لا جواب کر ڈالا

ہم خزاں کا اجاڑ منظر تھے

چھو کے اس نے گلاب کر ڈالا

”میمینہ۔“ تانیہ بھاگ کر اس کے نزدیک آئی اور اس نے تیزی سے ایک ٹیکہ میمینہ کی کلائی پر رکھا لیکن میمینہ نے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا حالانکہ بھوک سر پر لگی چوٹ اور اتنی دیر کی ہے ہوئی کے بعد اب اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ تانیہ کو روک پاتی مگر وہ کوشش کر رہی تھی کہ تانیہ اس کا خون روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور جس لمحے رضا تیزی سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تب تک میمینہ دوبارہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

”سل گیا سکون میری بہن کو مار کے“ تانیہ میمینہ کو چھوڑ کر اٹھی اور ساکت کھڑے آسن رضا کے منہ پر کھینچ کر پھینک دیا۔

”جاؤ جشن مناؤ اپنی جیت کا..... بجاؤ سب کو جا کر اپنی اس فتح کے بارے میں..... کیا ملا میری بہن کو مار کے تمہیں۔“ وہ ہسٹریک ہو رہی تھی اور رضا ابھی تک بے یقین سے کھڑے تھے پھر لب بھینچے آگے بڑھے اور بے ہوش میمینہ کو تانیہ کے سہارے لے کر باہر نکل گئے اور آسن رضا کے لیے اپنے پیروں کے سہارے بنا کالی ہو گئے وہ بے اختیار گھٹنوں کے بل بیٹھا چلا تھا۔

”کیا میمینہ مر گئی۔“ اسے خوف محسوس ہوا پھر وہ یک دم اٹھا اور تیزی سے باہر نکلا پیچھے گیسٹ ہاؤس میں ڈانس پارٹی عروج پر تھی وہ تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھا۔ پایا کے موبائل پر فون کر کے اس نے ان سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں پھر ان کے بتانے پر سیدھا وہیں پہنچا تھا تانیہ نے اسے دیکھ کر حلقی سے منہ پھیر لیا تھا۔

”آپ کی پیشین گوئی ہوئی آ گیا ہے۔“ نرس کو ریڈور میں

شہلکی تانیہ کے قریب رک کر بولی اور پھر آگے بڑھ گئی تانیہ نے نظر گھما کر رضا کو دیکھا اور رضائے آسن رضا کو دیکھا جو پچھلے دو گھنٹوں سے یونہی اس دروازے پر نظرس جمائے ہوئے تھا جس کے پیچھے میمینہ تھی۔

”تانیہ آپ میمینہ سے مل لیں۔“ چند لمحوں بعد رضائے کہا تو تانیہ نے نفی میں سر ہلایا اس سے میمینہ کا سامنا نہیں ہو سکتا تھا اس میں اتنی ہی تیزی تھی پھر رضا خود ہی آگے بڑھ کر دم میں آئے اگلے بل وہ چونک کر میمینہ کے بیک سے پشت ٹکا کر بیٹھی ہوئی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں آسنی ڈرپ کو وہ خود ہی ہاتھ سے نکال چکی تھی۔

”میمینہ کیسا محسوس کر رہی ہیں بیٹا آپ؟“ انہیں سمجھ نہ آیا تھا کہ وہ کیا پوچھیں۔

”وہی جو انہم سے آسنی آزادی پر ٹیل ہو سکتا ہے۔“ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ لیکن اس کے جواب پر رضا گڑبڑا گئے پھر خاموشی سے اسے دیکھنے لگے جو ان کے بیٹے کی ضدی طبیعت کی بھینٹ بن رہی تھی انہیں یاد آیا کہ آسن رضا اپنی چیزوں کا ہی حشر کرتا تھا جو اس کی نہ ہو وہ کسی کی نہ ہو لیکن میمینہ کو کھلونا شرت یا گاڑی نہیں تھی وہ ایک جیتی جاگتی انسان ہی اپنی مرضی کی مالک تھی۔

”آسن اندھا دُ۔“ رضائے دروازے سے جھانک کر کہا تو وہ دھیر دھیر سے قدم اٹھا کر اندھا یا ہمیشہ کی طرح میمینہ کی نظرس چکی ہوئی اور چہرہ اٹھا ہوا تھا رضا اس کے چہرے سے اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ لگانے میں ناکام رہے تھے آسن رضائے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی وہ فقط

چند گھنٹوں میں صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔

”آسن تم اور میمینہ ساتھ زندگی نہیں گزار سکتے تم دونوں ہی اپنے اپنے دائرے میں انتہا کو پہنچے ہوئے لوگ ہو نہ تم میمینہ کو بدل سکتے ہو نہ میمینہ تمہیں بدل سکتی ہے اسی لیے بہتر ہے کہ.....!“

”میرا ایسا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔“ اس نے رضا کی بات کاٹ دی وہ دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

”جن لوگوں کے دلوں پر اللہ مہر لگا دے انہیں پتہ نہیں چل سکتا نہیں بدل سکتے پھر میری اوقات ہی کیا۔“ اس کا لہجہ سرد تھا باہر کھڑی تانیہ کی ریزہ کی ہڈی میں سنسناہٹ پھیل گئی تھی۔

”تم جو چاہتی ہو وہی ہو گا میمینہ۔“ رضائے لمحہ بھر میں فیصلہ کیا تھا کہ جو وہ چاہے گی وہ اب وہی کریں گے چاہے آسن رضائے کے خلاف جانا پڑے۔

”میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔“ اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔

”تم جاسکتی ہو۔“ رضائے نے ایک گہرا سانس لیا آسن رضا ساکت کھڑا رہا۔

”سچ۔“ اس نے بے ساختہ نظر اٹھا کر رضا کو دیکھا اس کی آنکھوں کی حیرت اور بے یقینی نے رضا کو بخند کر دیا وہ جواباً کچھ کہہ ہی نہ سکے وہ تیزی سے بیڈ سے اترتی اور یوں دروازے کی طرف بڑھی جیسے اس کے پیچھے کوئی خونخوار درندہ لگا ہو دروازے پر پہنچ کر وہ تانیہ کو دیکھ کر ٹھنک کر رکئی اس پر ایک ملاستی نظر ڈال کر وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔ تانیہ پانی پانی ہو گئی اس کی آنکھوں سے آنسو بے ساختہ لڑھکے۔

”میں آسن رضا کو نہ بدل سکتی تو خود کو بھی نہیں بدلوں گی۔“ اپنا کہا سچ کرتی میمینہ اندھیرے میں اس کی آنکھوں کے سامنے سے گم ہو گئی اور وہ اتنی بے بس تھی کہ اس کے لیے دعا بھی نہ کر سکتی کیونکہ دعا کی ضرورت میمینہ کو نہیں بلکہ خود سے تھی۔

میمینہ سیدھی رلہ پر چلتی چلی گئی مگر وہی پتہ وہ چلنے لگی تھی۔

.....☆☆☆.....

”خس کم جہاں پاک۔“ شامک نے سنتے ہی کہا۔ ”وہ جا چکی ہے۔“ یہ بات ان کے لیے باعث اطمینان تھی۔

”لیکن اب ہمیں کتنی ذلت اٹھانی پڑے گی اس بات کا

اندازہ ہے آپ کو؟“ ہاشم پریشانی کے عالم میں ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے تانیہ اور شہلا سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی تھیں۔

”لوگوں سے کہہ دیں گے مر گئی۔“ شامکہ سفاک ہو رہی تھیں شہلا پہلو بدل کے کہہ گئی۔

”پہلے مرجانی تو بہتر تھا یہ ذلت تو نہیں اٹھانی پڑتی۔“ ہاشم شامکہ سے بھی دو ہاتھ آگے تھے۔ تانیہ کے موبائل پر جنید کی کال آ رہی تھی وہ اٹھ گئی اگر یہ کال نہ بھی آتی تو بھی اسے جانا تھا اسے وحشت ہو رہی تھی ان گناہ گاروں سے جو ہدایت کو ذلت سمجھتے تھے جو لوگ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں اور اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں ان میں ایک بیماری پیدا ہو جاتی ہے کہ ان سے برائی برے کام اور گمراہی کا احساس چھن جاتا ہے اور وہ خود اپنے اختیار سے جہنم کی آگ سمیٹنے چلے جاتے ہیں۔ تانیہ کے سامنے تھی اس وقت ایسے ہی لوگ تھے جو اپنا حقیقی ہوش دھواں کھو چکے تھے وحشت ہوئی تھی اپنے آپ سے جو ہدایت ملنے کے بعد بھی ذلت بھرے دل سے کو منتخب کر بیٹھی تھی وہ بھاتی ہوئی یہاں سے نکل گئی، بھی وہ یہاں بڑے شوق سے سنتی تھی لیکن اسے اس کا ایک لمحہ بھی یاد نہ رہا۔

”میمینہ صرف آسن سے ہی نہیں پورے خاندان سے لڑ سکتی تھی تو پھر میں ایک جنید سے کیوں نہ لڑ سکی۔“ اسے عریاں کندھوں پر اس نے سازشی کے پلو کا بھی طرح پلینا۔

”آپ کو عشق مجازی نے گناہوں سے لت پت کر دیا ہے۔“ میمینہ کی آواز نہیں قریب سے ابھری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

”میرے اللہ مجھے معاف کر دے میں نے تیری محبت کی بجائے کسی اور کی محبت کو دل میں رکھا میں نے تیرے خوف کی بجائے کسی اور کے خوف کو دل میں رکھا میں گمراہ ہو گئی میرے مالک مجھے پھر سے صراط مستقیم پر چلا دے مجھے ان لوگوں میں شامل کر لے جن پر تیرا انعام ہے مجھے بخش دے میرے مولا مجھ پر رحم فرما میری سہیل پر رحم فرما میری اولاد پر رحم فرما میرے شوہر پر رحم فرما میرے شوہر کو ہدایت عطا کر دے آمین۔“ آج کتنے دنوں بعد اس کے لب دعا گو تھے وہ



میں غائب ہوئی اور تانیکی مسکراہٹ بحال ہوئی۔

☆☆☆☆

”حسرت ہی رہی مجھے کہ آپ کبھی میری تعریف کریں۔“ سر جھکائے سبزی کا تکی بی بی جان نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

”میں تمہاری تعریف میں پورا دیوان بھی لکھ دوں گا تو بھی تمہاری حسرت کبھی ختم نہیں ہوگی۔“ سکندر نے ایک بار پھر اپنے سبزی بیگ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”ایسے میرے نصیب کہاں۔“ اس نے چولہا جلاتے ہوئے ترخ کر جواب دیا۔ بی بی جان نے ایک گہرا سانس لے کر پھر سے سبزی بیانی شروع کر دی۔ ان دونوں کے بیچ ہونے والی کسی گفتگو کا انجام پر سکون رہا ہو یہ بی بی جان کی بھی حسرت تھی۔

”کس بات پر آپ دونوں کے بیچ اس قسم کے تبادلہ خیالات ہو رہے ہیں؟“ شیپو سلطان صرف نام ہی نہیں انداز بھی شاہانہ رکھتا تھا۔

”ارے یار یہ عورت بہر وقت اپنی تعریف سننا چاہتی ہے۔“ سکندر کا بارہ سالہ شیپو سلطان کو مخاطب کرنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اس کا ہم عمر دوست ہو۔ شیپو سلطان نے کتابوں میں سروے لیا۔

”عورت۔“ وہ سکندر کو گھورنے لگی۔

”ابھی میری عمر ہی کیا ہے؟“

”ہاں۔۔۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے؟“ سکندر نے اس کا مذاق اڑایا۔

”بی بی جان دیکھیں۔“ وہ ایک دم روئے لگی تو بی بی جان نے گہرا سانس لیا اب انہیں مداخلت کرنا تھی۔

”ہوا کیا اب؟“

”ہوا یہ ہے کہ میں نے محترمہ سے کہا تھا کہ میں آج شہر جا رہا ہوں جو دو ایام ختم ہو گئیں ان کی لسٹ بنا لو اور اب جب میں بالکل تیار ہو گیا ہوں تو انہیں یاد آ رہا ہے کہ یہ ہاسٹل تو گئی تھیں لیکن مریض نمٹا کر آ گئیں انہیں دو ایام کی لسٹ

بمشکل گھر پہنچی اس نے جنید کو سدھارنے کا عزم کر لیا تھا جو مشکل ضرور تھا مگر نہ ممکن نہیں۔ لیکن جنید کی قسمت میں شاید ہدایت نہیں تھی اس کا یقین اسے ہرگز رتے دن کے ساتھ ہو رہا تھا وہ جنید کی بات سے انکار کرتی تو جنید اس کا نسخا منا سا بیٹا اس سے چھین کر کمرے میں بند کر دیا اس کا دو سال کا بچہ چیخ چیخ کر ماں کو پکارتا اور جنید اطمینان سے بیٹھا شراب پیتا رہتا حتیٰ کہ تانیہ کو اس کی بات ماننا پڑتی تھی وہ جنید کی محبت میں ماں باپ کے خلاف تھی ان سے لڑی تھی لیکن اب اپنے بیٹے کے لیے اسے جنید سے نفرت ہوئی جا رہی تھی جنید کو اپنی ہی اولاد پر ترس نہیں آتا تھا۔

”جن لوگوں کے دلوں پر اللہ مہر لگا دے انہیں پیغمبر بھی نہیں بدل سکتے۔“ سمینہ کا لہجہ سرو تھا اور اتنے دن گزرنے کے باوجود تانیہ سنسناتا جاتی تھی۔

اس نے جنید کو بدلنے کا خیال دل سے نکال دیا لیکن اب اس ڈگر پر چلنا خود اس کے لیے محال تھا وہ کشمکش میں تھی کہ وہ کیا کرے ان ہی دنوں اسے آمن رضا اور روشی کی شادی کی خبر ملی۔

”آمن کو ایسی ہی لڑکی کی ضرورت تھی۔“ وہ تنفر سے سوچنے لگی پھر اس نے ان کی منگنی میں شرکت کی تھی۔ ہاشم نے اسے بتایا تھا کہ انہوں نے روشی کو اپنی بیٹی بنا لیا ہے وہاں سب بہت خوش تھے کسی کو احساس نہ تھا کہ وہ کس اندھیرے میں ہیں اور انہوں نے کیسا سیرا کھو دیا۔

”واؤ روشی پری لگ رہی ہو اس ڈریس میں۔“ کسی لڑکی نے روشی کی تعریف کی تھی۔

”یہ سب آمن کی پسند ہے۔“ وہ مسکرائی اور تانیہ کے اندر نفرت کی ایک لہر اٹھی۔ وہ بے اختیار آمن رضا کے سامنے جا کھڑی ہوئی آمن رضا نے بغور اسے دیکھا۔

”میں تمہارے لیے روز بدعا کرتی ہوں۔۔۔۔۔ کتا آمن رضا خوش نہ ہے۔“

”لیکن میں خوش ہوں۔“ اس کی بات کاٹ کر وہ مسکرایا۔

”میں تمہارے لیے روز بدعا کرتی ہوں کہ تمہیں سمینہ سے محبت ہو جائے۔“ آمن رضا کی مسکراہٹ آن واحد

بیانی یاد نہیں رہی اس پر میں نے ڈانٹ دیا تو بس شروع ہو گئیں کہ میں ان کی تعریف نہیں کرتا مجھ ان سے محبت نہیں ہے۔“ وہ اسے گھورتے ہوئے وجہ لائی سنا گاہ کر ہا تھا۔

”ایک بات تو سچ ہے سکندر تو کبھی اس کی تعریف نہیں کرتا ہمیشہ اس کی غلطیوں پر اسے ڈانٹ دیتا ہے بیٹا عورت کا دل محبت کا طلب گار ہوتا ہے۔“

”اب میں اپنا دل تو حیر کر دکھانے سے ہا کہ کھنکھناتی تھی تم سے کتنی محبت ہے۔“ اس نے اپنا نغصہ سبزی بیگ کی زپ پر نکالا جسکے سبب بند کر کے بیگ کو زمین پر پٹخ دیا تھا۔

”دل حیر کے دکھانے کی ضرورت نہیں ہے بس آنکھیں بند کر کے اپنے دل میں جھانک لیں جو نظر آئے وہ مجھے بتادیں۔“ اس نے چائے کا کپ اسے تھمایا تھا۔

”جو بتاؤں گا اس پر یقین کر لوگی۔ چند لمحوں بعد وہ پرسوج لہجے میں بولا جبکہ وہ اس میں منہ نہ ہونے لگی۔

”تم اتنی خوب صورت ہو مجھے یہ ہی نہیں تھا۔“ سکندر کی آواز پر وہ ٹھنک کر بیٹی اس کی آنکھیں بند نہیں وہ صابن چہرے پر ملنا بھول گئی چہرہ دھونا بھول گئی۔

”کتنی نشانی ہیں تمہاری آنکھیں چلتی ہو تو دل بے اختیار دھڑک اٹھتا ہے۔ اس نے بوکھلا کر تمام نفوس پر نظر ڈالی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ سکندر سب کی موجودگی میں یہ سب کہہ سکتا ہے اسے ایک دم شرمندگی ہوئی۔

”پونچھ مت بلایا کرو مجھے اچھا نہیں لگتا۔“ سکندر کے جملے نے اس کی شرمندگی کو حیرت میں بدل دیا اور باقی انفرادی حیرت کو لٹکی میں بدل دیا۔

”بی بی جان کا ذرہ ہوتا تو کب کا کاٹ کر تمہیں کھا چکا ہوتا۔“ سکندر کا لہجہ لہجہ ہاتھا۔

”سکندر۔۔۔۔۔“ صدے کے باعث اس کی آواز حلق میں گھٹ گئی۔ سکندر نے بھی آنکھیں کھول کر دیکھا۔

”تمہیں کیا ہوا؟“ اس کی پوبلی رنگت دیکھ کر سکندر کھڑا ہو گیا۔

”تم مجھے ماننا چاہتے ہو سکندر۔“ وہ رو دی۔

”میں تمہیں کیوں ماننا چاہوں گا۔“ وہ حیران ہوا۔

”ابھی ابھی تم نے خود میرے بارے میں کہا تھا۔“

”تمہاری بات کون کر رہا تھا میں تو کونو بیگم کے بارے میں کہہ رہا تھا۔“ سکندر نے آگے بڑھ کر بی بی جان کی لاڈلی بھینس پر ہاتھ پھیرا۔

”کیا مطلب۔“ وہ اچھکھکھ کر ہنسا۔

”تم نے ہی تو کہا تھا کیا آنکھیں بند کر کے اپنے دل میں جھانک لوں اور جو نظر آئے تمہیں بتادوں۔“

”تو آپ کو یہ کونو بیگم نظر آئی ہے؟“ وہ جل گئی سب کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”زیادہ مت جلو اپنی بہن سے ورنہ اس کی جھنسی ہی ہو جاؤ گی کالی اور موٹی۔“

”سکندر۔۔۔۔۔“ وہ بری طرح سے چڑھی۔

”اچھا اب جا رہا ہوں ذرا رخ روشن پر خوشی سجالو۔“ اس نے کب خالی کر کے رکھا اور بیگ اٹھالیا۔

”اللہ حافظ۔“ اگلے بل اسے گھورتے ہوئے بولی تو اس نے آنکھ ماری اور وہ روٹنا چاہتے ہوئے بھی مسکرائی۔

”ہتم سے ڈاکٹر نہیں لگتی یوں روتے ہوئے۔“

”آپ کی بیوی تو لگتی ہیں ناں میرے لیے یہی کانی ہے۔“ وہ بے اختیار مسکرائی تھی۔ وہ بھی مسکرا دیا وہ اسے دروازے تک رخصت کرنے آئی تھی۔

”بی بی جان سبزی رہنے دس شام کو تو شیپو اپنے دوست کے گھر انوہیٹ ہے اس کی سال گرہ ہے ان کی آئی بھی ان کے ہی ساتھ جائیں گی باقی رہے ہم دونوں تو وہ پھر کا سالن رکھا ہوا ہے میں روٹی رکالوں گی۔“

”میں وہاں کھانا نہیں کھاؤں گی مجھے ساگ ہی کھانا ہے جاو لوں گی روٹی کے ساتھ۔“ اس نے کہا تو بی بی جان نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جس کا سر پوری طرح کتاب میں گم تھا۔ وہ بی بی جان کے تخت پر دراز ہو گئی تھی جبکہ بی بی جان سبزی لے کر کچن میں آ گئیں ایک دم محن سے دیکھی ہی کسی کی آواز ابھری تو انہوں نے چونک کر باہر دیکھا شیپو اپنی آئی کے ساتھ مل کر اس کا مذاق اڑا رہا تھا جو اس نے سکندر کے تھیں ان کی نظر اس پر رک گئیں جو کتاب ہاتھ میں لیے

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں قسیم ہوں

آنچل نوائے افق

ہم بڑی وقت ہر ماہ آپ کی ویلےز پر فراہم کرتے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا رسالہ (بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 700 روپے

افریقہ امریکا کینیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

5000 روپے (ایک ساڑھ سٹکوانے)

6000 روپے (ایک ایک سٹکوانے)

میدل اسٹ ایٹینائی یورپ کے لیے

4500 روپے (ایک ساڑھ سٹکوانے)

5500 روپے (ایک ایک سٹکوانے)

رقم ذیما نڈ ڈارنٹ منی آڈر منی گرام
ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔
مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر سکتے ہیں۔

الطاف طاہر احمد قریشی..... 0300-8264242

نئے افق گروپ آف پبلسٹی کیشنز

کے پاس دفتر پتہ: اسلام آباد، پاکستان

فون نمبر: 922-3562077/12

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

Circulationn14@gmail.com

آنچل جولائی ۲۰۱۵ء 41

بھی نہ کر سکتی تھیں کہ وہ سمینہ ہوگی۔
"سمینہ.....! انہیں دیکھ کر اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔
اس کی رنگت پیلی ہو رہی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے وہ برسوں سے بیمار و نڈہ حیران پریشان تھیں اور وہ جیسے صرف ان کی گود میں آنے کے لیے بھی اپنے ہوش و حواس میں تھی۔ تین دن وہ سخت بخار میں مبتلا رہی ان سب کو یقین ہی نہ رہا تھا کہ وہ اپنے ہی گھر والوں کے ہاتھوں اس حال کو پہنچی ہے جب اس نے بستر چھوڑا سکندر نے اسے مصروف کر دیا چھوٹے سے گاؤں میں تین ڈاکٹرز ہو گئے تھے تب سکندر کے مشورے پر سمینہ نے آس پاس کے گاؤں میں ڈاکٹر تمثیلہ درانی کے نام سے فری میڈیکل ایک روزہ کیمپ لگانے شروع کر دیے اور جن گاؤں والوں کو ہاسپٹل دور پڑتا تھا وہ اب اسے علاقے میں لگنے والے فری کیمپ سے دوائیاں لینے لگے تھے۔
"کیا اس کی اب ساری زندگی ایسے ہی گزرے گی؟"
اسے یہاں آئے چھ ماہ ہو گئے ہیں۔
"ایسے ہی..... کیا مطلب؟" سکندر نے چونک کر بی بی جان کو دیکھا۔
"میں اس کی زندگی میں بھی رنگ دیکھنا چاہتی ہوں۔"
"لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں بی بی جان اس نے آمن رضا سے طلاق تو لی ہی نہیں اور آمن رضا کے ساتھ وہ کیسے رہ سکتی ہے؟" نشاء نے کہا۔
"تو ہم لوگ مل کر آمن رضا سے بات کرتے ہیں وہ اب کیا ساری زندگی اس کے ہی نام پر گزارے گی؟"
"بی بی جان میں جا رہی ہوں۔" سمینہ کی آواز پر انہوں نے چونک کر دیکھا۔
"اس وقت تم کہاں جا رہی ہو؟" رات کے دس بج رہے تھے وہ حیران ہوئیں۔
"میں کسی ہاسپٹل میں جا رہی ہوں کہ کسی ہاسٹل میں رہ لوں گی۔"
"کیا مطلب؟" وہ بوکھلا گئیں۔
"اگر آپ آمن رضا سے ملیں تو میں واقعی یہ گھر چھوڑ

"لیکن ان انہوں کا اچھا ہونا بھی تو ضروری ہوتا ہے بی بی جان۔" وہ مسکرا دی پھر کچھ دن رک کر چلی گئی۔ سکندر ڈاکٹر بن چکا تھا وہ ان کا بھتیجا تھا سمینہ اس وقت بیس سال کی تھی جب وہ دوبارہ آئی۔
"سکندر بھائی آپ تو جانتے ہیں مجھے میری ماما کے فرینڈز نے اڈاپٹ کر لیا تھا میرے ان ماما پاپا کے کل سے دو دن پہلے ہی پاپا نے ایک کروڑ روپے میرے اکاؤنٹ میں جمع کروائے ہیں میں چاہتی ہوں کہ ماما پاپا کے ایصال ثواب کے لیے وہ رقم کسی کو ڈینیٹ کر دوں۔ آپ بتائیں میں کیا کروں۔"
"تم کسی ویٹنیئر کو ڈینیٹ کرنا چاہتی ہو وہ رقم؟"
"نہیں میں خود اسکول ہاسپٹل وغیرہ میں وہ رقم لگانا چاہتی ہوں اور مجھے سب سے پہلے اسی گاؤں کا خیال آیا میں یہاں مفت اسکول اور ہاسپٹل بنوانا چاہتی ہوں۔"
"یہ تو واقعی بہت اچھا خیال آیا ہے تمہیں۔" بی بی جان نے کہا تھا پھر اسی طرح سمینہ نے وہ رقم خرچ کر ڈالی یہاں ایک اسکول اور ہاسپٹل تعمیر کروائے تھے جہاں مفت تعلیم دی جاتی تھی کورس دیا جاتا تھا دوائیاں بھی مفت تھیں سمینہ نے اس ہسپٹل کا نام اپنے اڈاپٹ کرنے والے ماں باپ کے نام پر رکھا تھا۔
"اپنے نام کیوں نہیں کر رہی ہو..... مشہور ہو جاو گی لوگ عزت کریں گے۔" سکندر نے چھیڑا۔
"میں چاہتی ہوں لوگوں سے ان کی بخشش کی وعائیں کرواؤں جو گناہوں میں اپنی زندگی گزار کر چلے گئے۔ وہ افسردگی سے بولی تھی پھر واپس لوٹ گئی دو تین ماہ بعد آئی سکندر نے ڈاکٹر نشاء سے شادی کر لی تھی اور اسی شادی میں وہ شرکت کرنے آئی تھی نشاء کی وجہ سے گاؤں میں ایک لیڈی ڈاکٹر بھی آ گئی پھر سمینہ اپنی پڑھائی میں لگ گئی۔ سال بھر نشاء نے ہاؤس جا ب کر کے وہ شہر میں ہی سرکاری ہسپتال میں جا ب کرنے لگی۔ سکندر چاہتا تھا کہ وہ اپنے بنائے ہوئے ہسپٹل میں آ جائے لیکن وہ نہیں مانی پھر آئی تو ایسے کہ وہ دن کیسے صبح آٹھ بجے جب دروازہ بجا تو وہ تصور

شرارت سے مسکرا رہی تھی۔
"کیا اس کی ساری زندگی اب ایسے ہی گزرے گی۔"
انہوں نے آہ بھر کر اسے دیکھا جس ان کے شہر کا انتقال ہوا تھا انہیں لگان کی بھی زندگی ختم ہو گئی لیکن جینا پڑا اپنے چار سال کے بیٹے کی وجہ سے اب اسے بڑا کیا شادی کی سہولت کے فضل سے بہت اچھی تھی ان کی زندگی پر سکون گزر رہی تھی کہ اچانک ایک سالہ نیپو کو ان کی گود میں چھوڑ کر ان کے سہو بیٹے اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے اور ان کا تو جیسے سب ہی کچھ بکھر گیا تو ان کے بھائی انہیں اپنے گھر لے گئے پھر کچھ دنوں بعد ان کی پچھو تمثیلہ درانی آئیں اور انہیں اپنے ساتھ لے گئیں ان کا بیٹا ہاشم امریکہ شفٹ ہو گیا تھا اور وہ بہت اکیلی تھیں ان ہی دنوں ان کی پوتی سمینہ درانی وہاں آئی تھی جو ایک سائیکلو کس بن چکی تھی خوف اس کے حسن اور نیچرین دلوں کو جیسے گہن لگا رہا تھا۔ تب انہوں نے پچھو کے ساتھ مل کر اس کے دل میں خوف خدا پیدا کیا تھا اور اس میں تانیہ نے بھی ان کا بے حد ساتھ دیا تھا۔ پچھو نے اسے ایک عالمہ لگا دی تھی ایک ٹیوٹر لگا دیا تھا۔ کافی دن لگے تھے اسے ٹرل ہونے میں۔ پچھو نے اسے اللہ کی یاد میں اتنا مشغول کر دیا تھا کہ اسے کسی اور طرف دھیان دینے کا کبھی خیال آیا ہی نہیں تھا پھر کچھ دن بعد وہ واپس اپنے بھائی کے گھر آ گئیں۔ سمینہ اور پچھو اکثر ان سے ملنے آتی تھیں سمینہ قرآن پاک حفظ کرنے لگی ہے انہیں سن کر خوشی ہوئی تھی پھر سمینہ انیس سال کی تھی کہ پچھو کی ڈیٹھ ہو گئی تو وہ سمینہ کے لیے بہت پریشان ہوئیں لیکن وہاں جانہ سکیں ان کی بھالوج کی طبیعت خراب تھی پھر چند دنوں میں ان کی بھالوج ان کا ساتھ چھوڑ گئیں ان پر گھر کی ذمہ داری آن پڑی تھی سمینہ ان کے پاس آئی تھی۔
"سمینہ سچے مجھے تیری تنہائی سے بہت ڈر لگتا ہے تو اپنے ماں باپ کے پاس چلی جا۔"
"آپ فکر مت کریں بی بی جان میں تنہا نہیں ہوں اللہ ہےاں میرے ساتھ۔"
"لیکن دنیا میں رہنے کے لیے انہوں کا ساتھ ضروری ہوتا ہے جینا۔"

آنچل جولائی ۲۰۱۵ء 40

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی ویب سائٹ

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✧ ڈاؤن لوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو پی
- ✧ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریچ
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ بہریم کوالٹی، نارسل کوالٹی، کپریڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریچ
- ✧ ایڈفری لنکس، لنکس کو میسج کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فورٹ سے بھی ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے
 ڈاؤن لوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤن لوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب
 ڈاؤن لوڈ کریں www.paksociety.com

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety  twitter.com/paksociety1

دوں گی۔"

"میں آج سے ہر بات تو کرتے دوں۔ وہ اب بھی کمرہ لے۔"

"مجھے اس شخص کا کوئی بڑا سانس سے دو بارہ مجھے اس اذیت میں ہنسا کر مکتا ہے اور اس بار کچھ ایسا ہوا تو میں سر جاس کی۔" وہ کہہ کر پلٹ گئی۔

"اسے کچھ وقت دینے کی بی جان پھر فیصلہ کریں گے۔" مسکند نے ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

فریڈہ بال سڑ گیا۔ یہ بات سنی گئی تھی کیا نہیں گوارا کر سکتی تھی۔

"آپ ہیں تو میری سائٹس۔" وہ مسکرا کر ان کی طرف دیکھ کر اور ایسی اور اور کی باتوں میں بات بدل دیتی۔ وہ اندر سے روزانہ کی طور میں ان کی وعظمتیں کرتی تھی اب تو ان کی یہی آرزو تھی کہ وہ اپنی بی بی کو اپنی آنکھوں سے اپنے گھر میں بننا بہت دیکھ سکیں۔

"تم سے کوئی خاتون ملنے آئی ہے یہ وہ فخر کی ہمارے پڑھنے کے بعد کمرے میں جا کر پھر سہی تھی آج اور تمہاری لیے وہ چھٹی پر تھی۔"

"کوئی پیشہ ہے؟" وہ مسکند کی طرف بڑی رہی۔

"پیشہ ہے تو میں فاریغ کر دیتی۔" نشا کہتے ہوئے باہر نکل گئی تو وہ آہنی لودر جن میں گروٹھس پرنٹ تھے گئی۔

"آئی ان کا جائیداد بہت بڑی ہے۔"

"کن کا؟" اس نے تو لیے سے چہرہ رگڑتے ہوئے نیچو کود دیکھا۔

"ان ہی آئی کا جہاں سے ملتا ہے۔"

"اچھا۔" وہ مسکرائی اور ایک طرف بنے ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھا آئی۔ دروازے پر کھینچتے ہی وہ ٹھنک کر روک گئی تھی۔

"آؤ یہ بندہ بہن سے باتیں کر رہا ہے۔ میں جائے وغیرہ کہتی ہوں۔" بی بی جان اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئیں تھیں جبکہ وہ خاموشی سے اس بچے کو دیکھتی رہی جو پورے چار سال کا یقیناً نہ تھا۔

"آپ لڑ ہیں ماں۔" فریڈہ نے کہا۔

"آپ کو پتہ ہے؟" وہ پوچھی۔

"ممانے بتایا تھا آئی بہت پر زنی ہیں اور وہ بہت بڑی ہے دروازے ہیں۔"

"اگر وہ آئی کی اتنی اچھی پہچان ہے۔" وہ نے استیوار پرس دئی۔

"نیچو۔" اس نے پلٹ کر اسے دیکھا جو اس کے پیچھے کھڑا تھا۔

"یہ سڑیل ہے جیسے آپ نے مجھے بتایا ہے۔" یہ اسے جاننا تھا۔

"آئی یہ مجھ سے نہ دہرائی لے۔" نیچو نے کہا۔

"ہاں لڑ کر سٹے گا۔" فریڈہ نے کہا۔

"مردوں سے ملو اڑا۔"

"آؤ میں تمہیں سب سے ملواتا ہوں۔" وہ اسے دیکھ کر اسے دیکھا۔

"نیچو نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔" یہ تھا اور سڑیل نے اثبات میں سر ہلایا تو پھر فریڈہ نے کہا۔

"بچے بھی کتنے اچھے ہوتے ہیں عموں میں جہاں مل جاتے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کے مقابلہ سونے پر آئی تھی۔

"میں نے وہ کمر چھوڑ دیا۔" اس کی تازہ ہار تھی۔

"آپ کو بہت پہلے یہ کام کر لینا چاہیے تھا۔ اب کھر چھوڑنے کی وجہ سے رات کے ساتھ ہی سوال بھی کیا۔"

"میں نے جنید کے لیے لیا تھا۔" فریڈہ نے کہا۔

کی دلیل میں اتار دیا پھر میں خود ہی تک آ گئی۔ میں نے اسے بدلنے کی کوشش کی تو اس نے مجھے سے سڑیل پر ظلم شروع کر دیے میں نے پھر ہتھیار ڈال دیے اور اب وہ دوسری شادی کر چکا ہے۔" وہ روئے لگی۔

"میں نے اسے دیکھا اسے جنید کی دوسری شادی کے متعلق سن کر کوئی لکھ نہیں ہوا تھا بلکہ اسے خوشی ہوئی کہ تانہ جنید کا ساتھ چھوڑ کر آئی وہ گراہی کے راستے سے پلٹ آئی اس کے بدل کو ایک گوند سکون ملا تھا۔"

"یہ بندہ میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔" اس کی ہچکچاہٹ

بھی یہ فرض بنتا ہے کہ اس کے کسی رشتے دار کو بنا کسی تکلیف کے اس کے گھر تک لائیں اور کچھ دنوں بعد وہ تانیہ بی بی کا دروازہ بجا رہا ہوگا۔

”پلیز سکندر۔“ وہ بری طرح خوف زدہ ہوئی نشاء اور بی بی جان بھی چپ سی ہو گئیں۔

”اتھ کرے وہ بھی بھی یہاں نہ آسکے۔“ اس کی بے ساختہ دعا پر نشاء اور سکندر مسکرائے۔ وہ گھر آگئی دروازہ بجاتا تو وہ یوں خوف زدہ ہو کر دروازے کو دھکتی جیسے کہ من رضا آ گیا ہوا اس کی یہ پریشانی مہینہ نے دو دن میں بھانپ لی تھی۔

”کیا بات ہے کسی خاص بندے کو آتا ہے جھاپ بار بار دروازے کی طرف دیکھ رہی ہیں۔“

”ابھی دروازہ بجا تھا اسی لیے تو دیکھ رہی تھی۔“ وہ گڑبڑائی۔

”دروازہ نہیں بج رہا آپ کے کان بج رہے ہیں۔“ وہ مسکرائی۔

”اب بتائیں کیا پریشانی ہے۔“

”کچھ خاص نہیں۔“ وہ اسے سناتے لگی۔

”خاص نہ کسی نام ہی کسی لیکن پریشانی کیا ہے۔“

”انورہ مہینہ کچھ نہیں۔“ وہ اٹھ کر چن میں آگئی پھر ایک ہفتے بعد مال تیار کروا کے جس دن شہر بھیجا اور تمام لوگوں کو ان کے کام کا معاوضہ دیا کتنی دعائیں اپنے دامن میں سمیٹیں

اس نے ان غریب لوگوں کی ان غربت کے ماروں کو گھر بیٹھے دو وقت کی روٹی ملنے لگی تھی وہ اسے جتنی دعائیں دیتے تھے تم تھا اس مال کے چکر میں کئی دن ہو گئے تھے اس نے فری

کیمپ نہیں لگایا تھا اس نے رات ہی سکندر سے اپنے لیے کیمپ لگوانے کو کہا۔

”کل آرام کر لو پرسوں لگوادے کا کیمپ سکندر۔“ بی بی جان کا لہجہ تھی تھا وہ چپ ہو گئی واقعی تھکن بھی بہت ہو رہی تھی۔

نہجرتی نماز پڑھ کے تانیہ ناشتہ بنانے لگی جبکہ وہ تلاوت قرآن کرتی رہی پھر ناشتہ کر کے تانیہ تنزیل کو لے کر اسکول

چلی گئی وہ پہلے تو بے مقصد پورے گھر میں گھومتی رہی پھر جا کر کمرے میں بیٹھ کر کتابیں پڑھنے لگی۔ تانیہ نے اپنے

گھر کو بے حد سانس کش انداز میں سیٹ کیا ہوا تھا۔ یہاں بھی مہینہ کی کتابوں کے ڈھیر تھے یہ کتابیں اسے بہت سے لوگوں نے گفت کی تھیں۔ جن میں سے بعض اس نے ابھی تک پڑھی نہیں تھیں۔

”انورہ اس لائٹ کو بھی ابھی جانا تھا۔“ پنکھا بند ہوتے ہی وہ جھلائی کتاب بے حد دلچسپ موز پر تھی اور ایسے میں گرمی لپٹی شروع ہو گئی وہ اٹھ کر نہانے چلی گئی وہاں آئی تو

چائے کی طلب ہونے لگی لیکن وہ یونہی لیٹی رہی کتاب پڑھتے پڑھتے جانے کب اسے نیند آگئی۔ شعور کا پہلا

احساس سر میں درد کا تھا اور دوسرا کسی کی موجودگی کا جب سے تنزیل نے اس کے اتنے لمبے بال دیکھے تھے تانیہ کے

چہرے پر گیا تھا کہ اسے بھی اتنے لمبے بال خرید کر دیے جائیں اور اس کے بالوں کو اپنے سر پر فٹ کرنے کی بھی

کوشش کی جاتی تھی۔

”تنزیل یا زما سے کہو چائے بنا دیں۔“ دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں سرسری انگلیاں ایک دم کی تھیں

کچھ دیر بعد اسے پتھر لپٹے بہت زیادہ تیرب کسی کی موجودگی کا احساس ہوا وہ تنزیل نہیں تھا وہ تانیہ نہیں تھی وہ کون تھا؟ اس نے

جھٹکے سے نکھیں کھولیں اس کا سانس اور کالو پر نیچے کا نیچے رہ گیا وہ سکت نظروں سے آسن رضا کو دیکھے گئی۔

”یارو انف سنا تھا کہ لوگ گھوڑے گدھے بچ کر سوتے ہیں۔“ لیکن آپ کی عنایت کہ ہم نے دیکھ لیا دو تین میلز دی میں

نے آپ بچ گھوڑے گدھے بچ کر سو رہی تھیں پھر تانیہ کے پاس گیا جانی لا کر دروازہ کھولا ابھی بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا

محترمہ نے چائے کا آرڈر کروا کر پکڑو تمہاری چائے ٹھنڈی ہو جائے گی اس نے کپ اس کی طرف بڑھلا۔

”تم چائے پیو جب تک میں شکرانے کے نکل پڑھ لوں کہ تمہیں سچ سلامت اپنے روبرو دیکھ رہا ہوں۔“ وہ کپ

اس کے ہاتھ میں تھا کر اٹھ گیا اسٹینڈ سے جائے نماز اٹھانی اور نیت باندھ لی مہینہ ساکت تھی کپ اس کے بے جان

ہاتھوں سے گر گیا تھا۔ اسے ہوش نہ تھا صرف اس کی آنکھیں آسن رضا کے ساتھ حرکت کر رہی تھیں۔ رکوع

تھوڑی سی اسے اٹھتا بیٹھا دیکھ رہی تھیں۔ آسن رضا کی اس طرح آمد نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مفقود کر دیا تھا۔ سلام پھیر کر دعا مانگ کر وہ اس کی قریب آیا۔ جس کی

نگاہیں ابھی تک اس پر تھیں پہلے وہ نظر اٹھاتی نہیں تھی اور اس بل جھکانا بھول گئی تھی۔ اس کی نگاہوں میں خوف نہیں تھا

کسی قسم کی کوئی پریشانی بھی نہ تھی صرف حیرت تھی شاید حیرت ختم ہوتی تو وہ خوف زدہ ہوتی یا کچھ اور ہی ایکٹ

کرتی۔ وہ اس کی آنکھوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی شہد رنگ تھیں اس کی پللیں اتنی دراز تھیں کہ انھیں

ہوتیں تو بھنوں تک پہنچتی تھیں اس نے ان آنکھوں کو دیکھنے کی کبھی خواہش نہیں کی تھی لیکن ان ہی نظروں نے

ایسی نظر بندی کی کہ اسے سب کچھ نظر آتا بند ہو گیا تھا۔

”آسن ہونے نہیں ابھی تک؟“ رضا اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آ گئے تھے۔

”پاپا میں یہ مسٹر گیلائی کی دکن گئی فائل کو ریڈ کر رہا تھا۔“ وہ کمپیوٹر کے سامنے تھا۔

”مسٹر گیلائی کی فائل..... کیا مطلب؟“ وہ چونکے۔

”ہمارا ان کے ساتھ تو کوئی پراجیکٹ نہیں ہے آسن۔“ وہ صوفے پر بیٹھ گئے۔

”میں نے آج ہی ان کے ساتھ ایک پراجیکٹ سائن کیا ہے پاپا۔“

”لیکن تم پہلے ہی مسٹر آذر اور مسٹر ترمذی کے ساتھ دو مختلف پراجیکٹ میں بڑی ہو جبکہ ہمارا اصول رہا ہے کہ

ایک وقت میں ایک پراجیکٹ کرتے ہیں۔ اس طرح تو تمہیں سانس لینے کی فرصت نہیں ملے گی۔“ وہ حیرت سے

اسے دیکھنے لگے جس کی نظریں کمپیوٹر پر جمی ہوئی تھیں۔

”یہاں سانس لینا بھی کون چاہتا ہے۔“ وہ بے حد سختی سے سرد لہجے میں بولا تو لہجہ بھر کے لیے رضا کو اپنا ہی سانس

رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ اس بات پر اسے ڈپٹ بھی نہ سکے تھے بس بغور اسے دیکھتے رہے وہ اس کی کیفیت کو سمجھ سکتے تھے نہیں یقین تھا کہ وہ روشنی کو پسند کرتا ہے اور یہی یقین

انہیں روشنی کو بھی دلانا تھا آج سے ایک سال پہلے مہینہ کے جانے کے تین دن بعد اپنا پوزل ملائی تھی۔

”آسن کے ساتھ روشنی جیسی لڑکی سوٹ کرتی ہے۔“ ہاشم درانی نے روشنی کو گلے لگاتے ہوئے کہا تھا۔ ہاتھوں

ہاتھ یہ رشتہ طے ہوا تھا اور ہاشم نے روشنی کو اپنی بیٹی بنا لیا۔ پندرہ دن کے بعد منگنی کی ڈیٹ فکس کر دی گئی آسن نے

اپنی پسند سے روشنی کو تمام تیاریاں کروائیں تھیں۔ روشنی کے فادر کے ساتھ انہوں نے بھی ایک پراجیکٹ سائن کر لیا

تھا۔ اس منگنی کے دو ماہ بعد آسن رضا کا ایک میڈیٹ ہو گیا۔ پندرہ دن آسن رضا ہاسپٹل میں رہا اس کے بعد زندگی

معمول پر گزرنے لگی اور آج ایک سال کے بعد انہیں پتہ چلا تھا کہ آسن رضا کی زندگی معمول پر نہیں گزر رہی ہے کچھ

خاص اس کی زندگی میں رونما ہو چکا تھا۔ آج روشنی کا برتھ ڈے تھا وہ لوگ مدعو تھے وہ سب وہاں پہنچ گئے۔

”آسن کہاں ہے؟“ روشنی کے پاپا نے پوچھا۔

”ابھی تک پہنچا نہیں۔“ وہ حیران ہوئے۔

”نہیں..... ابھی تک نہیں آیا۔“ روشنی کی ماما نے جواب دیا۔

”ہو سکتا ہے ابھی آئے والا ہو۔“ شامک نے کہا تھا۔

”وہ نہیں آئے گا۔“ روشنی کی آواز پر وہ سب چونک کر

پلٹے تھے۔

”وہ یہاں کبھی نہیں آئے گا۔“

”کیوں نہیں آئے گا۔“ انہوں نے حیرت سے روشنی کو دیکھا جس کے چہرے پر غصہ تھا۔

”کیا آپ کو نہیں پتہ وہ کیوں نہیں آئے گا۔“ اس نے انہیں جھپتی نظروں سے دیکھا تو وہ الجھ گئے۔

”کیا اس سے آپ کا کوئی جھگڑا ہوا ہے؟“ روشنی کے پاپا نے پوچھا۔

”اوہ نو..... اس سے جھگڑا تو اس وقت ہو جب وہ میسر ہووہ تو مجھ سے ملتا ہی نہیں ہے میں دن میں ایک مرتبہ فون

کر دوں تو سارا دن موبائل آف رکھتا ہے اس سے ملنے جاؤں تو چپ چاپ بیٹھا دیواروں کو گھورتا رہتا ہے..... میں آسن کو بہت پسند کرتی ہوں وہ میرے لیے بہت خاص

ہے لیکن میں نہ تو اسے پسند ہوں اور نہ ہی اس کے لیے خاص ہوں۔

”ایسا کب سے کرنے لگا وہ؟“ رضا اور شائلہ حیران ہوئے۔

”جب سے ہماری منگنی ہوئی ہے۔“

”مناوہو منگنی سے بہت خوش تھا۔“ شائلہ بولیں۔

”منگنی سے پہلے ہی خوش تھا منگنی کے بعد سے تو اس نے پاگلوں والی حرکتیں شروع کر دی ہیں مسز زندگی کا بیٹا بنا رہا تھا کیا من کے ساتھ کوئی میننگ کر تو اس کے سچ دس آوازیں دے کر تو آ من کو اپنی طرف متوجہ کر پڑتا ہے پھر نہ کچھ بھی کہے جاو وہ سنتا ہی نہیں ہے۔... چھ ماہ پہلے میں اسے زبردستی ایک پارٹی میں لے گئی تھی پہلے تو کسی بہت سی طرف بیٹھا رہتا تھا وہ بھلا تھا اس کی اور بعد میں وہ پھر پریشانی تمام شراب کی بوتلیں توڑ ڈالیں اور چنچا چلاتا پارٹی چھوڑ کر چلا گیا۔“ رضا ساکت نظروں سے مدھی کو دیکھنے لگے۔

”شاید وہ مینٹلی ڈسٹرب سے آسپا اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارا اسے سمجھنے کی کوشش کرو گے خراں کے ساتھ کیا پرابلم ہے۔“ روشی کے پاپائے کہا۔

”میں پچھلے دس ماہ سے اسے برداشت کر رہی ہوں وہ پاگل ہو چکا ہے آپ اس کا علاج کروائیں اور یہ سب کچھ بھی لے جائیں۔ میں کسی پاگل سے شادی نہیں کر سکتی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے ڈائمنڈ رنگ اتار کر شائلہ کے ہاتھ میں تنھا دی۔ رضا لمحے بھر کے بغیر فوراً پلٹے تھے۔ جبکہ شائلہ اور باقی نیکی روشی کے ماما پاپا کے اصرار پر رک گئے۔ روشی کے جوش اتنی بڑی پارٹی کو کھوتا نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے روشی کی اس بچکانہ بات کی معافی مانگی اور اسے سمجھانے کا یقین بھی دلایا۔ شائلہ کو خود بھی روشی پسند ہی انہوں نے رنگ واپس نہیں لی بلکہ من کو سمجھانے کا یقین دلایا۔

”آ من گھر پر ہے؟“ انہوں نے دو تین بار اس کے سوا بل پر کال کرنے کے بعد گھر کے نمبر پر کال کی تو ملازم نے بتایا کہ صاحب گھر پر ہیں۔ وہ سیدھے گھر پہنچے۔

”آ من گھر کب آیا؟“ انہوں نے چوکیدار سے پوچھا۔

”معمول کے ٹائم پر۔“

”روز کس ٹائم گھر آتے ہیں۔“ وہ چوگئے۔

”پانچ بجے سر۔“

”پانچ بجتا من گھر آ جاتا ہے۔“ وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

”پھر بعد میں کہیں جاتا ہے۔“

”نہیں اس کے بعد گھر میں ہی رہتے ہیں۔“ چوکیدار نے انہیں عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا وہ یقیناً ان کی آ من کے بارے میں غفیش سے حیران ہو رہا تھا وہ لب بھینچ کر اندر آ گئے۔ وہ لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا انہوں نے اسے پکارا مگر وہ ہنوزنی وی پر نظریں جمائے بیٹھا رہا جہاں بچوں کا پسندیدہ چھیل کارٹون نیٹ ورک لگا ہوا تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر نی وی آف کر دیا لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ تھی جیسا آ من رضا کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ تھی۔

”آ من.....“ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا کندھا ہلایا تو اس نے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

”پاپا آپ.....؟“

”کیا کر رہے تھے تم یہاں؟“ اندر ہی اندر ان کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ وہ اس سے ہفتے میں دو تین بار تو ملتے ہی تھے پھر انہوں نے پہلے اسے ایسا گم سم بھی کیوں نہیں دیکھا۔ اس کی حالت کب سے ایسی گئی انہوں نے کیوں نوٹ نہیں کیا۔

”کچھ نہیں کر رہا تھا۔“

”آج روشی کی برتھ ڈے پارٹی ہے تم گئے نہیں۔“ وہ اسے غور دیکھتے ہوئے بولے۔

”مجھے کچھ کام تھا۔“

”پارٹی تو ابھی شروع ہوئی ہے اور اس وقت تم فارغ ہو۔“ وہ ان تفصیلات میں نہیں گئے کہ اسے کیا کام تھا۔

کیونکہ وہ جلد سے جلد اس کے اندر اتارنا چاہتے تھے۔

”تم تیار ہو کر آ جاؤ پھر ہم دونوں چلتے ہیں۔“

”مجھے نہیں جانا اور آپ وہ ہیں سے آ رہے ہیں۔“ اس نے انہیں ان کے بارے میں بتایا تھا۔

”آج روشی کے لیے اہم دن ہے اس نے تمہاری غیر موجودگی کو مانٹا کیا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ تم اسے بالکل

نام نہیں دیتے..... بیٹا تمہاری مصروفیت کم کر دو اور سے نام دیا کرو۔“

”مجھے نیندا رہی ہے۔“ اس نے قدم بڑھا دیئے اور وہ ساکت رہ گئے۔

”آ من روشی نے آج منٹ ختم کر دی ہے۔“ انہوں نے اسے تیس لے سے جھٹک دیا تھا۔

”اسے بھی کرنا چاہیے تھا۔“ وہ ملنے بنا بولا اور چلا گیا وہ حیرت زدہ رہ گئے اس کی نظر میں اس منگنی کی اتنی اہمیت بھی نہ تھی کہ وہ آج منٹ رنگ انگلی میں ڈالے رکھا وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گئے۔ کافی دیر بیٹھے رہے پھر انہوں نے اس سے کھلے نظروں میں بات کرنے کا سوچا اور اس کے کمرے میں چلے آئے۔

”آ من سوئے نہیں ابھی تک۔“ وہ کمپیوٹر پر نظریں جمائے بیٹھا تھا وہ اندر چلے آئے پھر صوفے پر بیٹھ گئے لیکن اس کے جملے نے انہیں بولنے کے قابل بھی نہیں چھوڑا وہ کیوں سانس نہیں لینا چاہتا تھا۔

”آ من..... کیا بات ہے بیٹا..... تم کچھ شراب ہو۔“ انہوں نے پوچھا۔ لیکن جواباً وہ چیپ رہا آ من رضا کے جملے نے انہیں ڈسٹرب کر دیا تھا۔

”آ من بیٹا پاپا سے نہیں کہو گے۔“ وہ ان کا بہت لاڈ لگا تھا۔ انہیں بے پناہ عزیز تھا انہوں نے اور شائلہ نے ہمیشہ برقم اور ڈیشن پر اسے نو قوت دی تھی۔ بہت پیر کر کے سمجھ لیتے چھوٹے بیٹے سے وہ کھڑے ہو کر اس کے قریب آئے۔

”آ من پلیز بیٹا..... مجھے بتاؤ کیا پریشانی ہے روشی بھی تمہارے لیے کتنی فکر مند ہے۔ تم ایسا کیوں کر رہے ہو کیا پرابلم ہے بیٹا پلیز اپنے پاپا کو بتاؤ۔“ انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ بے اختیار ان سے لپٹ گیا۔

”وہ میرے لیے پریشان نہیں ہے پاپا وہ میرے لیے فکر مند ہوئی نہیں سکتی کیونکہ..... کیونکہ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی پاپا.....“ اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔

”کیسی بات نہیں ہے بیٹا وہ تم سے پیار کرتی ہے اسے تمہاری فکر ہے وہ چاہتی ہے کہ تم بھی اس سے محبت کرو

اسے نام دو اس کے ساتھ گھومو پھرو۔“

”ان سب میں محبت نہیں ہے پاپا..... محبت ان میں کہیں نہیں ہے..... محبت یہ ہے پاپا کہ اگر مجھے سانس نہ آئے تو جینا لے بھی دو بھر گئے..... جیسے میمنہ..... میں دو دن بیمار رہا اور وہ کھانا نہیں کھا کی کیونکہ میں ہوش میں نہیں تھا تو اس کے حلق سے کچھ نہ اتار سکا۔“ وہ رکا تھا اس کی آواز اب بھاری تھی لیکن رضا کے کسی نے پر فحہ اڑائے تھے۔

”پاپا..... نہ..... ان کی آواز حلق میں پھنس گئی تھی آ من نے ان سے الگ ہو کر رخ پھیر لیا تھا۔

”آ من..... تم..... میمنہ..... وہ حیرت زدہ رہ گئے۔“

”وہ مجھے بہت یاد آتی ہے پاپا..... بہت یاد آتی ہے..... جب موجود تھی تو میں اسے تنگ کرتا تھا اور جب چلی گئی ہے تو وہ مجھے تنگ کرتی ہے وہ مجھے جینے نہیں دے رہی ہے پاپا..... وہ مجھے جینے نہیں دے رہی۔“ وہ ٹیبل پر سر رکھ کر گڑنے لگا تھا۔

”آ من یہ سب..... یہ سب کیا ہے؟“ وہ بمشکل بولے تھے۔

”مجھے نہیں پتہ..... مجھے کچھ نہیں پتہ پاپا لیکن مجھے میمنہ کی نگاہیں جینے نہیں دیتی..... میں نے ان نگاہوں کو دیکھنے کی کبھی خواہش نہیں کی تھی لیکن اب وہی نگاہیں مجھے کچھ کہنے نہیں دیتی ہیں کچھ بھی نہیں کہنے دیتی..... وہ نگاہیں مجھے..... وہ رونا تھا اور وہ تھیر سے اسے کھڑے تھے۔

”میں ڈرنگ نہیں کر پاپا کسی پارٹی میں نہیں جا سکتا میں روشی سے یا کسی اور لڑکی سے مل نہیں سکتا میں شاپنگ اور ہونٹنگ کے نام پر پیسہ برباد نہیں کر سکتا حتی کہ..... حتی کہ پاپا میں اپنے ہی پیسوں سے کھانا نہیں کھا سکتا..... کیونکہ یہ سب میمنہ کی نگاہوں میں حرام تھا اور اس کی نگاہیں مجھے کچھ کہنے نہیں دیتی پاپا۔“ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی پشت سے باری باری دونوں گالوں پر سے آنسو صاف کیے تھے۔ رضا کو لگا انہوں نے آ من رضا کی پرابلم جاننے میں بہت دیر کر دی وہ بدم ہو کر اس کے بیڈ کے کنارے پر تک گئے تو اس نے مڑ کر انہیں دیکھا پھر آ کر ان کے قدموں



میں بیٹھ گیا۔

”آپ کو حیرت ہو رہی ہے ناں پاپا؟“ اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

”شاید آپ کو شاک پہنچا ہے میں جتنا ذمہ دار ہوں پاپا آپ تصور نہیں کر سکتے جب آپ نے اسے جانے کے لیے کہا تھا اور وہ چلی گئی میں چیہ رہا تھا ناں پاپا۔“ وہ ان سے تصدیق چاہ رہا تھا اپنی خاموشی کی۔

”خاموشی میری زبان پر نہیں پاپا میرے اندر تک تھی پھر میں کھڑا آگیا“ غم سے میں آتے ہی مجھے ایک گی کا احساس ہوا اس کی گی کا پاپا جو فقط پانچ دن میرے ساتھ رہا تھی۔ مجھے یمنہ کی گی کا احساس ہوا پاپا حالانکہ مجھے تو خوب پر جاننا کر دینے والی لڑکیوں کا بھی خیال تک نہ آیا تھا پھر یمنہ کی گی کا احساس کیوں ہوا مجھے میں نے سر جھٹکا۔ کہ اس کے حصار سے خود کو باہر نکالنے کی کوشش کی تھی اس کے تیسرے دن روشنی اپنا پر بوزل لائی اور آپ نے قبول کر لیا میں سب کچھ بھول کر روشنی کو شاک پٹنگ کروا رہا تھا جس روز ہماری منتقلی تھی۔ بعد میں اسی روز میری گاڑی خراب ہوئی تھی وہیں قریب میں مسجد تھی۔ وہ جمعے کا دن تھا میں نے ڈرائیور کو فون کر کے دوسری گاڑی منگوائی تھی اور اس کے انتظار میں مجھے وہاں رکنا پڑا۔“

”نیک عورتوں کے لیے نیک مرد اور بد عورتوں کے لیے بد مرد نیک مردوں کے لیے نیک عورتیں اور بد مردوں کے لیے بد عورتیں یہ اللہ نے قرآن میں فرمادیا ہے تو خوش قسمت ہے وہ مرد جسے نیک عورت ملی۔“ مسجد میں خطبہ دیا جا رہا تھا۔ گاڑی خراب ہونے پر جھنجھلا کر بڑبڑائی میری زبان یک دم خاموش ہوئی تھی۔ ”تب مجھے احساس ہوا پاپا کہ میرے اندر تو بہت دیر سے خاموشی تھی شاید اس دن سے جس دن یمنہ مجھے چھوڑ گئی تھی کچھ دیر بعد ڈرائیور کار لے آیا اور میں گھر آ گیا شام کو میری منتقلی تھی میں نے روشنی کو دیکھا پاپا وہ میری فانی بننے جا رہی تھی میری شریک حیات بننے والی تھی مگر گلے کا ہار کسی اور مرد کے بنی ہوئی تھی۔“

”خوش قسمت ہے وہ مرد جسے نیک عورت ملی۔“ میں

نے امام کی آواز کو جھٹکتے ہوئے روشنی کو گانچ منہ رنگ پہنائی تھی۔ روشنی نے مسکرا کر مجھے دیکھا میرے لب پر تو خاموشی رہی مگر اندر کی خاموشی چھینا کے سے ختم ہوئی تھی روشنی کی آنکھیں سیاہ تھیں اور وہ آنکھیں... وہ آنکھیں جو لمحہ بھر کے لیے اٹھی تھیں وہ کس کام کی تھیں۔۔۔

”خوش قسمت ہے وہ مرد جسے نیک عورت ملی نیک عورت دنیا میں ملنے والا انعام ہے۔“ اس کی آنکھوں میں حیا تھی اس کی آنکھوں میں شرم تھی جو روشنی کے پورے وجود میں کہیں نہیں تھی۔ ”ان نگاہوں نے اس پر مجھے اپنے حصار میں لے لیا پھر اس کے بعد میں لاکھ چاہنے کے باوجود است جھٹک نہیں سکا۔ ان نگاہوں سے بچنے کے لیے میں بیٹھ گیا کیا کرتے رہا۔ گھر وہ نظر میں مجھ پر سے ہتی ہی نہیں تھیں شراب کی بوتل نکالتا نکالتا اس میں ڈالتا اور جب منہ تک لے کر جاتا تو وہ نگاہیں مجھ پر جم جاتی تھیں اور میں چاہتے ہوئے بھی گناہ کو ایوارڈ دے مارتا۔ لڑکیوں سے ملنا ان کے ساتھ چھبوت گزارنے کے لیے معاملات طے کرتا اور جب وہاں پہنچتا تو وہ نگاہیں مجھ پر جم جاتی اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی وہاں سے بھاگتا۔ میں اس عورت حال سے دو ماہ میں پریشان ہو گیا تھا۔ مجھے سکون چاہیے تھا لیکن یمنہ مجھے سانس بھی نہیں لینے دے رہی تھی اس روز میں ایک دوست کی پارٹی میں گیا تھا وہاں میں انجوائے کرنا چاہتا تھا مگر... یمنہ... اس کی نگاہیں مجھے خوش ہونے نہیں دے رہی تھیں۔ میں ذرا سی دیر تک کروا پس آ رہا تھا میں انجوائے نہ کر سکتا تھا۔ میں نے جھنجھلا کر جان بوجھ کر اپنی کار سامنے سٹا تے ٹرک سے دے ماری۔ میں یمنہ کی نگاہوں سے بچنا چاہتا تھا میں اس سے بچنا چاہتا تھا۔“

”آمن... وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہے تھے وہ نجانے کب سے اس تکلیف میں مبتلا تھا اور وہ اپنے لاڈلے سے بے خبر تھے۔“

”جب تک میں ہاسپٹل میں تھا روشنی مجھ سے ملنے روز آتی تھی لیکن یاد مجھے یمنہ آتی تھی اور اب میں اس کی یاد کو جھٹکنے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ میں جب بیمار تھا تو اس نے

کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا حالانکہ وہ میرے ساتھ رہنا بھی نہیں چاہتی تھی اور روشنی میری محبت کی دعویٰ وار ہو کر گھنٹہ دو گھنٹہ میرے ساتھ گزارنے کو اپنی محبت کا اظہار سمجھتی تھی پھر وہ کیا تھا پاپا جو یمنہ کے ساتھ مجھے ملا تھا اسے مجھ سے محبت نہیں تھی تب بھی اس کی دنیا مجھ سے شروع اور مجھ پر ختم تھی اگر اسے مجھ سے محبت ہوتی تو کسی ہوتی۔“

”خوش قسمت ہے وہ مرد جسے نیک عورت ملی نیک عورت دنیا میں ملنے والا انعام ہے۔“ وہ میرا انعام ہی پاپا جسے میں نے کھو دیا میں نے اپنا میڈل کھو دیا ہے پاپا اپنی ہر چیز کو بحفاظت رکھنے والا آسن رضا اپنی ہستی کا سکون کھو چکا ہے۔ وہ اپنی یمنہ کو کھو چکا ہے وہ اپنی محبت کھو چکا ہے آپ نے ٹھیک کہا تھا آپ نے بالکل ٹھیک کہا تھا پاپا کہ...! کہیں وہ تمہیں سیدھا نہ کر دے اس نے مجھے صرف سیدھا ہی نہیں کیا پاگل بھی کر دیا ہے۔ ان نظروں نے جنہیں میں نے بھی دیکھا نہیں چاہا تھا مجھے پاگل کر دیا ہے مجھے کچھ سونے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑا ان نظروں نے مجھے دیکھنے کے بھی قابل نہیں چھوڑا۔ یہ سحر اس وقت مجھ پر کیوں طاری نہیں ہوا جب وہ یہاں تھی اب جب وہ یہاں سے چلی گئی ہے تو کیوں... مجھے ستا رہی ہے... کیوں جینا شہوار کر رہی ہے میرا؟“ وہ روئے جا رہا تھا۔

”تم اسے واپس لے آؤ آمن۔“ انہیں یمنہ پسند تھی بالکل ان کی ماں کی طرح وہ اپنی ماں کا سکھایا ہوا سبق کب کا بھول چکے تھے۔ ان کی اور ہدایت کا راستہ بھول چکے تھے۔ چکا چونڈ میں اندھے ہو چکے تھے اگر آمن رضا بدل رہا تھا تو وہ اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار تھے۔

”وہ یہاں واپس نہیں آئے گی۔“ اس کا لہجہ بہت ٹوٹا ہوا تھا۔

”تو تم یہاں سے چلے جاؤ۔“ پاپا کی بات پر اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

”وہ زندگی جو یمنہ جی رہی ہے تمہارے لیے مشکل ہوگی لیکن سکون بھی اسی زندگی میں ملے گا ہم جہاں سفر کر رہے ہیں وہ اندھیرا ہے آمن کیونکہ روشنی تو وہیں ہے

جہاں یمنہ ہے۔“

”یمنہ کی طرح میں بھی اپنی نیشلی کو چھوڑ دوں۔“ اس نے ان سے پوچھا تھا یا شاید خود سے کہا تھا رضا کا دل ڈوبا وہ انہیں بہت عزیز تھا اس کی جدائی برداشت کر ہی نہیں سکتے تھے۔ ”بتا میں ناں پاپا کیا یمنہ کی طرح مجھے بھی اپنے گھر والوں کو چھوڑنا ہوگا۔“ اس نے اپنا سوال دہرایا تو رضا کی رنگت سفید پڑ گئی۔

”تم اپنے گھر والوں کو بدل بھی تو سکتے ہو۔“ وہ تھکے تھکے لہجے میں بولے۔

”کیا آپ کو لگتا ہے میرے گھر والے بدل سکتے ہیں؟“ اس نے نظروں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

”میں ہر طرح سے تمہارا ساتھ دوں گا۔“ وہ روشنی بھرے راتے پر ہدایت کی راہ پر اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار تھے وہ بے اختیار ان سے لپٹ گیا تھا۔ اب اسے اس راتے پر چلنا تھا جو دشوار ضرور تھا لیکن ہستی کا سکون اسی راستے میں تھا۔



”تمہارا بہت بہت شکر یہ بیٹا۔“ وہ ظہر کی نماز پڑھ کر نکل رہا تھا جب اس سے آگے چلنے والے ساٹھ ساٹھ سال کے بزرگ میڑھیوں سے یک دم چمکا کر گر پڑے۔ اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر انہیں پکڑا ان کی پیشانی سے خون نکل رہا تھا وہ انہیں لے کر قریبی کلینک آ گیا تھا۔

”پلیز ایسا مت کہئے۔“ ان کے یوں شکر گزار ہونے پر وہ شرمندہ ہوا پھر انہیں گھر چھوڑنے گیا۔ ”میری پوتی منع کر رہی تھی کہ آج مسجد نہ جاؤں گھر میں نماز ادا کر لوں مگر گھر میں رب کی عبادت کا وہ مزا کہاں ملتا ہے جو باجماعت نماز میں ہوتا ہے پھر ہمارے صحابی رضی اللہ عنہم کیسے جماعت کے لیے مسجد در مسجد سفر کرتے تھے اور بیٹا تمہارا نام کیا ہے؟“ کہتے کہتے وہ رکے اور پھر چانک اس کا نام پوچھا وہ جو چپ چاپ ان کی بات سن رہا تھا چونک گیا۔ ”آمن رضا۔“

”میرا نام عدنان ہٹ ہے اور میں ڈاکٹر ہوں۔“ تم کیا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی ویب سائٹ

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ☆ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو م ایبل لنک
- ☆ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو پی
- ☆ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریچ
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائٹوں میں اپلوڈنگ
- ☆ سپریم کوالٹی ماریٹل کوالٹی، کمپیوٹر کوالٹی
- ☆ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریچ
- ☆ ایڈفری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں www.paksociety.com

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

کہتے ہو؟“
”انجینئر ہوں۔“ اس نے سنجیدگی سے جواب دیا ان کا گھر آچکا تھا وہ ہمدردی سے اندر لے لائے ان کے ذرا رنگ دم کو دیکھ کر اس سے مہینہ کا کمر دیا یا بالکل ساواہ سالیک قالین بچھا بہ اتھا اس پر سفید چادر تھی دو تین لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان کے ماتھے پر پانی دیکھ کر وہ ڈگ کھڑے ہو گئے۔
”یہ کیا ہوا ڈاکٹر صاحب۔“
”ارے بھئی بیٹھو تم لوگ میں ٹھیک ہوں۔“ انہوں نے کہا پھر اس کی طرف مڑے۔
”بیٹھو آسن بیٹا۔“ وہ خاموشی سے بیٹھ گیا جبکہ وہ اور لوگوں کو اپنے چوٹ کی تفصیل بتانے لگے کچھ دیر بعد ان میں سے دو لوگ اٹھ کر چلے گئے تھے جبکہ اس کی عمر کا ایک لڑکا موجود رہا تھا۔
”ہاں بھئی تو پوچھا ہوا آپ کی شادی کا۔“
”ابھی تک کوئی اچھی لڑکی ملی ہی نہیں ڈاکٹر صاحب۔“
وہ مسکرایا۔
”بھئی اچھی لڑکیاں تو بہت ہی ہوتی ہیں۔“
”لیکن مجھے تو نیک لڑکی چاہیے اور وہ مجھے ابھی تک نہیں ملی۔“
”اللہ کا وعدہ سچا ہے کہ نیوں کے لیے نیک۔۔۔۔۔ اگر تمہیں ابھی تک کوئی نیک نہیں ملی ہے تو اسے نواہنا جائزہ لو کیا پیہ تم میں ابھی کی ہو۔“
”اتنی اچھی بات کہنے کا شکر یہ ڈاکٹر صاحب میں اپنا جائزہ ضرور لوں گا۔“ وہ پھر مسکرایا اور آسن رضا سکت بیٹھا رہا تھا۔
”مجھ میں کیا تھا جو مجھے اتنی نیک عورت ملی۔“ آسن رضا کی بڑبڑاہٹ کو ڈاکٹر عدنان ہٹ نے بغور سنا وہ کھڑا ہو گیا۔
”پھر ضرور آتا بیٹے میں تمہارا انتظار کروں گا۔“ انہوں نے اسے روکا نہ تھا اور نہ ہی اس کا وہاں پھرانے کا کوئی ارادہ تھا وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے دروازے تک آئے تھے۔
”تم اپنے نام کے معنی جانتے ہو؟“ ان کے کہنے پر وہ چونکا تھا اسے اپنے نام کے معنی نہیں پتہ تھے بس اپنا نام اچھا لگتا تھا کیونکہ یہ بہت یونیک سا نام تھا۔ وہ چپ رہا تو سمجھ

مجھے کہہ اپنے نام کے معنی سے لاعلم ہے۔
”تمہارے نام کے معنی ہیں آسودہ مطمئن خوش حال۔“ انہوں نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا وہ چونکا۔
”تم کسی خوش حال گھرانے کے لگتے ہو لیکن۔۔۔۔۔ وہ شاید دانستہ رکے تھے۔
”لیکن۔۔۔۔۔ کیا؟“ وہ بتانی سے بولا۔
”آسودہ اور مطمئن ہرگز نہیں ہو۔“ ان کے جواب پر اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔ اس نے دروازے سے باہر قدم رکھ دیا۔
”پھر آتا میں انتظار کروں گا۔“ انہوں نے مطالبہ دہرایا اور اس بار اس نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر دوسرے دن ہی ان کے گھر میں موجود تھا۔
”میں واقعی ایک خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں جہاں پیسے کی فراوانی ہے لیکن میں آسودہ اور مطمئن نہیں ہوں اس کی وجہ سے ایک لڑکی۔۔۔۔۔“ پھر وہ انہیں سب کچھ بتانا چلا گیا۔
”اس سیدھے ہدایت والے راستے کو اختیار کرنے کے باوجود میں خوش اور مطمئن نہیں ہوں۔“ وہ ہر جھکائے رو رہا تھا۔
”اس کی وجہ جانتے ہو۔“ انہوں نے اسے بخور دیکھا۔
”تم ہدایت کے اس راستے پر اللہ کی جستجو میں نہیں عورت کی چاہ میں چل رہے ہو تمہیں اللہ کے خوف نے گناہوں کی دلدل سے نہیں نکالا بلکہ تم ایک عورت کی چاہت میں اس دلدل سے لٹکنا چاہتے ہو۔“ وہ قہر سے کہنے لگا۔
”تم اللہ سے خالص محبت کرو اللہ تمہیں خالص محبتوں سے نوازے گا اور تمہیں تو ایک خالص محبت مل بھی گئی ہے تم نے خود ہی قدر نہ کی لیکن اب تم اللہ سے گناہوں کی معافی تو چاہو تمہاری نیکیاں تمہارا انعام تمہیں دیں گی وہ ضرور تمہیں ملے گی جو تمہارا انعام بھی اور تم نے اسے کھو دیا۔“
”وہ واقعی میرا انعام بھی جسے میں نے اپنی بے پردائی سے کھو دیا ہے اب مجھے اس انعام کا مستحق بنانا ہے مجھے اپنے رب کا خوف اس کی محبت کو خالص کرنا ہے۔“ وہ وہاں سے اٹھا پھر انہوں نے اسے قرآن پاک از سر نو پڑھانا شروع کیا

انجیل جولائی ۲۰۱۵ء 52



وہ ساتھ ساتھ عربی لیکچر کا کورس بھی کر رہا تھا اسے قرآن پاک سمجھ بھی آنے لگا تھا اب وہ قرآن کے احکام پر کاربند بھی رہتا تھا اس کے اندر آنے والی اس تبدیلی کا علم رضا کے علاوہ کسی کو نہ تھا۔

”پاپا ہم گناہوں میں حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہیں۔ اسے ڈاکٹر عدنان بٹ سے ملتے ڈیڑھ ماہ ہو گیا تھا۔“

”ہاں بیٹے حد سے بڑھ جانے والوں میں سے ہیں۔“ انہوں نے ایک گہرا سانس لے کر اسے دیکھا جو اس مختصر عرصے میں مطمئن رہنے لگا تھا اور نہ اس کی حالت بہت بدتر ہو چکی تھی۔

”پاپا ہمیں اپنے مال کو حلال کرنے کے لیے زکوٰۃ دینی ہوگی ورنہ ہماری یہی دولت قیامت میں ہماری رسوائی کا سبب بنے گی۔“

”تم کاؤنٹ کر لو کتنا بنے گا اور اس کا ذمہ آئی فی صد حصہ یعنی ہماری مال و دولت کی زکوٰۃ۔“

”یہ ہماری سالانہ زکوٰۃ کا اندراج ہے پاپا۔“ اس نے ایک سفید رنگ کا پیپر ان کے ہاتھ میں دیا ایک پل کے لیے تو رضا بھی متحیر رہ گئے۔

”آمن یہ رقم دینے کے لیے تو سبھی سے بات کرنی پڑے گی خاص کر ذیشان سے۔“ انہوں نے کہا لیکن جواباً وہ کچھ نہ بولا جمعۃ المبارک کا دن تھا رضا آفس چلے گئے وہ نہیں گیا آج اسے ایک اجتماع میں جانا تھا۔

”آمن.....“ وہ تیار ہو کر کمرے سے نکلا تو شامکہ ساکت رہ گئیں وہ ابھی سو کر اٹھی تھیں وارنٹ کاشن کے قیص شلوار سوٹ میں سر پر ٹوپی اور پیر میں ایسی چپل جو پہلی نظر میں اپنی کم قیمت کی اطلاع دے رہی تھی۔

”کہاں..... جارہے ہو..... تم.....“ انک انک کر ان کے حلق سے الفاظ برآمد ہوئے۔

”نماز پڑھنے۔“ اس کے جواب پر انہوں نے بغور اسے دیکھا۔

”یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے اور شیو کتنے دن سے نہیں کیا۔“

”میں داڑھی رکھ رہا ہوں اور حلیہ تو کافی دنوں سے یہی ہے۔“

”ہے میرا۔“

”ہوش میں تو ہوتم۔“ وہ چلا نہیں۔

”ابھی تو ہوش آیا ہے ماما۔“ وہ افسردگی سے کہتا ہوا آگے بڑھ گیا جبکہ پیچھے وہ چکر اُکڑ کر گئیں ملازم انہیں بیڈروم میں لائے اور شہلا کو کون کیا تو وہ فوراً آ گئیں۔

”کیا ہوا شامکہ کو؟“ شبینہ ترنم بھی موجود تھیں ڈاکٹر انہیں چیک کر رہے تھے۔

”کوئی شاک پہنچا ہے فکر کی بات نہیں ہے ابھی ہوش آ جائے گا میں نے دو الٹی لکھ دی ہے آپ ٹائم پر دیکھتے گا۔“ ڈاکٹر کے جانے کے کچھ دیر بعد شامکہ کو ہوش آ گیا۔

”شامکہ کیا ہوا۔“ شہلانے پوچھا مگر وہ کچھ نہ بولیں بے یقینی ان کی آنکھوں میں ابھی تک ثبت تھی۔

”ماما کیا ہوا تھا آپ کو۔“ ترنم ان کے برابر میں آ بیٹھی۔

”آمن..... شہلا..... آمن.....“

”کیا ہوا آمن کو.....“ سب ہی اچھل پڑے۔

”ابھی میں نے اسے کافی دن بعد دیکھا قیص شلوار ٹوپی لگائے ہوئے تھا اور کہہ رہا ہے کہ داڑھی بھی رکھ رہا ہوں۔“

”کیا.....! اس بار صرف شبینہ اور ترنم چینی تھیں جبکہ شہلا ساکت رہ گئیں۔

”مجھے اپنے بیٹے کو کسی نفسیاتی ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے پتہ نہیں کیا ہو گیا میرے بیٹے کو۔“ وہ رو دینے والی ہو رہی تھیں جبکہ شبینہ اور ترنم بھی کم سن تھیں۔

”کچھ نہیں ہو صرف سچا مسلمان ہو گیا ہے شامکہ۔“ شہلا افسردگی سے بولیں۔

”کیوں..... کیا ہم مسلمان نہیں ہیں۔“ وہ تڑخ کر جوابا بولیں۔

”شاید نہیں۔“ ان کا لہجہ مضبوط تھا لیکن لفظ مشکوک تھے۔

”یہ سب تمہاری بیٹی کی وجہ سے ہوا ہے شہلا۔“ انکے دل وہ یگانگت دھاڑیں۔

”میری بیٹی۔“ انہوں نے حیرت سے پوچھا۔ شبینہ ترنم بھی حیران ہو کر انہیں دیکھنے لگیں۔

”جب تک وہ ہماری زندگی میں نہیں تھی ہماری زندگی میں سکون تھا۔“

”چھوڑیں ماما! اسے تو مجھے بھی دو سال ہو چکے ہیں۔“ ترنم کو اس کے ذکر سے بھی گھبراہٹ ہوتی تھی۔

”کیسے چھوڑ دوں اسے میرے بیٹے کی زندگی اس کی وجہ سے ہی برا ہوئی ہے۔“ وہ رونے لگیں۔ شہلا بنا کچھ بولے پلٹ گئیں اور شام کو ایک نیا پنکمان سب کا منتظر تھا سب کچھ لے کر ساکت رہے پھر حیرت سے ان سب کی آنکھیں ابل پڑیں۔

”دو کروڑ روپے زکوٰۃ۔“ سب کو لگا جیسے ایک لمحے کے لیے سانس رگ گیا ہو۔

”ہماری سالانہ آمدنی کا یہی ڈھائی فی صد حصہ بنتا ہے۔“

”تمہارا دامغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے مسز آمن رضا۔“ خود کو اس کی بات کے اثر سے باہر لاتے ہوئے ذیشان نے اسے گھورا۔

”اتنا بڑا پرائنٹ ہم کیسے دے سکتے ہیں۔“ فرقان بھی بول پڑا کیونکہ ٹرنس ایک ہی تھا۔

”اگر ہم نے دنیا کے لیے سوچا تو آخرت میں یہی پرائنٹ ہمارے گلے کا حلق بنے گا۔“ وہ سنجیدگی سے بولا۔

”پلیز آمن ملنا مست بنو۔“ شبینہ جڑ کر بولی۔

”یہ سب ملا کا نہیں اللہ کا فرمان ہے۔“

”تمہیں ہو کیا گیا ہے تم کن لوگوں سے ملنے لگے ہو آمن۔“ ترنم کو اس سے گھبراہٹ ہوئی اس لمحے یسینہ کی شبابہت اس میں نظر آ رہی تھی۔

”مجھے زندگی کا مقصد نظر آ گیا ہے میں ان لوگوں سے ملنے لگا ہوں جو ہدایت کے راستے پر چلتے ہیں۔“

”تو تمہیں جو کرنا ہے کرو ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔“ ذیشان بھڑک اٹھا۔

”میں آپ کے پیچھے نہیں پڑا میں صرف اپنے مال کو

پاک کر رہا ہوں۔“

”دیکھا..... دیکھا تم لوگوں نے آگئی اس کے منہ میں یسینہ کی زبان۔“ شامکہ چلا میں۔ سب ہی چونک گئے۔

”یہاں یسینہ کا کیا ذکر۔“ پہلی بار اس کی تیوری پر بل پڑے تھے۔

”یہی تھا ناں یسینہ کی زبان پر بھی۔ حلال اور حرام۔“ دیکھ لو شہلا تمہاری بیٹی نے کیا کر دیا۔“

”شامکہ میری بیٹی کو کوئی الزام مت دو اس نے آمن کو یہ سب نہیں سکھایا ہے آمن خود ہی اس راستے پر چل پڑا ہے۔“ شہلا سے اس بار برداشت نہ ہو سکا۔

”انوکا آپ لوگ تو لڑنا بند کیجئے۔“ فرقان جھلا کر بولا۔

”پاپا آپ تو کچھ کہیں..... سمجھائیے اسے۔“ ذیشان ان کی طرف مڑا۔

”کیا سمجھاؤں۔“ انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”پاپا آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں اسے دیکھیں کتنی بڑی رقم براہ کرنے پر تلا ہے۔“

”یہ براہی نہیں ہے ذیشان پرائنٹ ہے سب سے بڑا پرائنٹ.....“

”کیا مطلب۔“ سب چونکے۔

”یہ آخرت میں ہمیں دو گنا ہو کر ملے گا۔“

”پاپا آپ بھی اس کی زبان بولنے لگے۔“ ترنم کو گویا صدمہ ہوا۔

”یہ سچ راستہ ہے بیٹے۔“

”تو پھر یہ خود ہی اس پر چلے ہمیں کیوں گھسیٹ رہا ہے۔“ ذیشان نے دانت کچکائے۔

”آپ اتنا غصہ کیوں کر رہے ہیں میں کچھ غلط تو نہیں کر رہا۔“

”فقیر بنا کر ہمیں روڈ پر بٹھاؤ گے تم پھر بھی تمہیں لگے گا کہ تم کچھ غلط نہیں کر رہے ہو۔“ ترنم کو بھی غصہ آ گیا۔

”نہیں بنیں گے ہم فقیر ایک بار تو زکوٰۃ خیرات کر کے دیکھیں۔“

”پاپا! آپ میرا حصہ مجھے دے دیجئے یہ جو چاہے کرتا

رہے۔ "ذیشان کے ذہن نے کام دکھایا تھا۔
 "بھائی پلیز! پاپا کو مالک رہنے دیجیے کیوں حصہ مانگ
 کر ہمیں حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔" وہ پریشان ہوا۔
 "یہی ٹھیک فیصلہ ہے ذیشان کا ورنہ اگلے سال ہم
 بھیک مانگ رہے ہوں گے۔" شبینہ نے فوراً کہا۔
 "پاپا! مجھے کہنے کی ضرورت تو نہیں لیکن ذیشان کے
 ساتھ ہی میرا حصہ بھی مجھے دے کر مالک کر دوں ورنہ آسن تو
 واقعی ہمیں کڑکال کر دے گا۔" ترنم کے کہنے پر اس نے تڑپ
 کر پاپا کو دیکھا۔
 "ترنم پلیز! تم تو سمجھنے کی کوشش کر دو جس نے ہمیں پیدا
 کیا ہے اس کے احکام پورے کیے بنا ہم کیسے اس کا کھالی
 سکتے ہیں۔ اس کی نافرمانی کر کے کیسے اس کا مال استعمال
 کر سکتے ہیں۔"
 "میں گھر جا رہی ہوں۔" ترنم گھڑی ہو گئی وہ اکیلی نہیں
 گئی تھی اس کے ساتھ شبینہ فرقان اور ذیشان بھی کھڑے
 ہو گئے تھے ہاشم آج کل اسلام آباد گئے ہوئے تھے دوسرے
 دن ان کی واپسی ہوئی تو ذیشان اور فرقان نے یہ مقدمہ ان کی
 عدالت میں رکھا کسی لمحے تو انہیں یقین ہی نہ آیا لیکن آسن کو
 دیکھ کر انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔
 "کیا چاہتے ہو تم.....؟"
 "اپنے مال کو حلال کرنا۔" اس نے جواب دیا۔
 "اور تم۔" وہ ذیشان کی طرف مڑے۔
 "میں اپنے ہاتھوں اپنی بربادی نہیں کرنا چاہتا۔"
 "اور تم۔" وہ رضا کی طرف مڑے۔
 "آسن کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔" انہوں نے سنجیدگی
 سے جواب دیا۔
 "پھر تو یہی ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے بزنس میں سے تمہیں
 اور آسن کو الگ کر دیں۔" اگلے لمحے انہوں نے لب بھینچتے
 ہوئے کہا۔
 "اوسکے" رضا کو گویا فرق ہی نہ پڑا تھا۔ شاملہ نے
 انہیں یوں دیکھا جیسے وہ پاگل ہو گئے ہوں۔
 "تم پاگل ہو چکے ہو۔" شاملہ کی طرح دھاڑیں۔

"مما پلیز۔"
 "شٹ اپ! آسن حد ہوتی ہے کسی بات کی۔"
 "ہاں ممّا میں بھی تو حد میں آنے کی بات کر رہا ہوں، ہم
 حد سے بڑھ جانے والے گناہ گار ہیں ممّا۔"
 "پاپا میں اس گھر میں نہیں رہنا چاہوں گا یہ گھر کم اور
 مدرسہ زیادہ ہو گیا ہے۔"
 "بھائی پلیز بات کو سمجھتے تو۔"
 "آسن پلیز تم مجھ سے بات نہ ہی کرو تو بہتر ہے اور پاپا
 آپ مہربانی کر کے میرا حصہ لگ کر دیں۔" ذیشان کا لہجہ دو
 ٹوک تھا۔
 "صرف حصہ نہیں بلکہ گھر بھی الگ کر لینا چاہیے
 ذیشان آسن۔" شبینہ نے فوراً کہا اور ترنم فرقان نے تائید
 میں سر ہلا دیا۔
 "مما آپ بتائیں آپ کا کیا فیصلہ ہے۔" ترنم یک دم
 ان کی طرف مڑی۔
 "میں ذیشان کے ساتھ ہوں۔" وہ فوراً بولیں۔
 "جب ہم سب ایک طرف ہیں تو میرا خیال ہے اس
 گھر سے اگر کوئی جائے گا تو وہ آسن ہوگا یقیناً یہ خود بھی اب
 اس گھر میں رہنا نہیں چاہے گا جہاں ہم جیسے گناہ گار رہتے
 ہیں۔" ذیشان مسخرانہ لہجے میں بولا اور وہ ساکت رہ گیا اس
 کا اتنی محبت کرنے والا بھائی۔ دولت کے لیے اس سے اپنا
 ہر شے ختم کر رہا تھا کیا دولت کی اتنی اہمیت تھی۔
 "آسن رضادولت کے اس نشے میں تم بھی چور تھان
 کے بارے میں برامت سوچو یہ نسبت ہے جو اس وقت تک
 معاف نہیں ہوگا جب تک یہ خود معاف نہیں کریں گے۔"
 اس نے ذہن سے ان کے لیے ہر بری سوچ کو جھٹک دیا۔
 "لیکن میں اس گھر سے کیسے جا سکتا ہوں۔ میں اس
 گھر سے خاص کر اپنے کمرے سے شدید محبت کرتا ہوں۔"
 "کیا بکواس کر رہے ہو ذیشان کوئی کہیں نہیں جا رہا
 سمجھے۔" پاپا کو غصہ آ گیا تھا۔
 "مجھے پتہ ہے آپ کو غصہ کیوں آ رہا ہے آسن کے
 سب سے بڑے طرف دار تو آپ ہی ہیں اپنی او سے یہ نہیں

جانے گا تو میں چلا جاؤں گا کافی الحال تو میں پولیس جا رہا
 ہوں گھر ملتے ہی اپنے گھر میں شفٹ ہو جاؤں گا۔"
 "ذیشان تم اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر سکتے ہو۔" پاپا کو اس بار
 صدمہ ہوا تھا انہیں اس سے یہ امید نہ تھی۔
 "میں نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے پاپا۔" وہ
 کھڑا ہو گیا اور ملازمین اس کے بیگز لے لے پھر وہ ممّا کی
 طرف پلٹا۔
 "آپ یہیں رہنا چاہتی ہیں یا میرے ساتھ
 چلیں گی۔"
 "آف کورس جان تمہارے ساتھ چلوں گی۔" وہ کھڑی
 ہو گئیں وہ فوجی چہرہ لیے انہیں دیکھتا رہا جب وہ اپنے رب
 عزوجل کا نافرمان تھا تو اس کی ماں نے ہمیشہ ذیشان پر اسے
 فوقیت دی اور اب وہ رب کا نافرمانہ دار ہوا تو اس کی ماں نے
 اسے چھوڑ دیا۔ ماں ناراض تو رب ناراض ابھی تو اس نے
 رب عزوجل سے محبت کرنا سیکھی تھی۔
 "مما پلیز! آپ تو مجھے سمجھنے کی کوشش کریں میں غلط
 نہیں کر رہا۔" اس نے ان کا ہاتھ تھاما۔
 "میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔" انہوں نے اس
 کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔
 "مما! آپ پاپا کو کیسے چھوڑ کر جا سکتی ہیں۔" اس کا لہجہ
 روہانسا ہو گیا تھا۔
 "پاپے کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور چاہتے ہیں کہ
 میں بھی ان کے ساتھ پاگل ہو جاؤں۔ میں ذیشان کے
 ساتھ ہوں۔" وہ چلی گئی تھیں۔
 شبینہ کا لہجہ مسخرانہ تھا باقی تینوں کے چہرے پر بھی طنز
 ہنس پھیل گئی تھی ہاشم بھی کوفت زدہ سے اٹھ کھڑے ہوئے
 شہلا اسے چپ چاپ دیکھے گئیں آسن رضا کا دماغ ماؤف
 ہو گیا پاپا نے اس سے کچھ کہا تھا۔ لیکن اس کے ہر طرف
 سائیں سائیں بھی وہ تیزی سے باہر نکل آیا تھا۔ سڑکوں پر کئی
 گھنٹے بے مقصد وہ پھر بار بار اور جب رکا تو حیرت زدہ رہ گیا۔
 سامنے ڈاکٹر عدنان بٹ کا گھر تھا بے حد تیز ڈرائیونگ
 کر کے بھی وہ گھنٹہ بھر میں ان کے گھر پہنچا تھا اور اپنی غائب

دماغی میں اس نے اتنا طویل سفر پیدل طے کر لیا۔
 "سر مجھے لگ رہا ہے میں اس پہلے قدم پر ہی تھک
 گیا ہوں میرے گھر والوں نے مجھے چھوڑ دیا۔" وہ
 کہتے کہتے رو دیا۔
 "ہمیشہ حق میں آگے بڑھتے جاؤ اگر یہ دیکھو گے کہ
 آگے بلندی سے یا پستی تو تم کمزور پڑ جاؤ گے۔" انہوں نے
 کہا تو وہ انہیں دیکھے گیا۔
 "عرصے سے تم مسلمان تھے اب تم مومن بنے ہو
 مسلمان وہ جو اللہ کو مانتا ہے مومن وہ جو اللہ کی مانتا ہے اکثر
 آزمائش مومنوں پر آتی ہیں کہ اللہ ان کو بہت عزیز رکھتا ہے
 مثال کے طور پر ایک پہاڑ کو دیکھو جو پہاڑ جتنی بلندی پر ہوگا
 اتنی ہی ہوا کا اسے سامنا کرنا ہوگا تو جس کا جتنا بلند رتبہ ہوگا
 اس پر اتنی ہی آزمائشیں بھی آئیں گی۔" وہ انہیں سننے گیا۔
 "ہاں میں مسلمان تھا اب مجھے مومن بننا ہے اس کے
 لیے مجھے دنیا چھوڑنی ہے اور دنیا والے بھی حتیٰ کہ اپنے گھر
 والے بھی۔" وہ ایک نئے عزم کے ساتھ وہاں سے اٹھا یا۔
 "یا اللہ عزوجل تو رحیم کریم ہے میرے گھر والوں کو اپنے
 راستے پر چلا دے اپنی بخشش کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی
 خیر مانگتا تھا اس کے راجیکٹ اور پاپا کا حصہ لگ کر دیا گیا
 تھا وہ ماہ گزر گئے تھے لیکن روز وہ اپنی ماں اور بھائی کو منانے
 جاتا تھا وہ لوگ اب درانی پولیس میں ہی سیٹ ہو گئے تھے وہ
 روز وہاں سے دھتکارا جاتا تھا۔ رضا کے ساتھ بھی کسی کاروبار
 اچھا نہ تھا البتہ شہلا آسن کے بہت قریب آگئی تھیں کافی
 دن پہلے جب وہ شاملہ کو منانے گیا تھا تو وہ اسے دیکھ کر اپنے
 روم میں چلی گئیں جبکہ شہلا اسے دکھتی رہ گئیں نفاست
 سے ترشی ہوئی ایک مٹھی دار مٹی سر پر ٹوپی اور قمیص شلوار سوٹ
 میں وہ پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت لگ رہا تھا۔
 "آسنی مجھے معاف کر دیں۔" انہیں دیکھ کر وہ ان کے
 پاس چلا آیا تھا تو وہ چونکیں وہ ان سے کس بات کی معافی
 طلب کر رہا تھا وہ کبھی نہیں سمجھی۔
 "پلیز آسنی مجھے معاف کر دیں۔" وہ نیچے فرش پر ان
 کے سامنے سید کی طرح بیٹھ گیا۔

”میں جب یمنہ کو تکلیف دیتا تھا آپ کو دکھ ہوتا تھا میں نے آپ کا بھی دل دکھایا ہے آپ کا گناہ گارہوں میں ہو سکتا تو پلیز مجھے معاف کر دیں۔“ وہ اسے دیکھ کر کہیں۔

”آمن تمہیں یمنہ یاد آتی ہے؟“ ان کی خاموشی پر وہ جواب نہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کے سوال پر بڑبڑا کر کھڑا ہوا۔

”تم اسے ڈھونڈتے کیوں نہیں آمن۔“ اس کے یوں ترسے پر شہلا نے سکون محسوس کیا تھا کیونکہ اس کے یوں مضطرب ہونے کا مطلب تھا وہ یمنہ کو بھولا ہی نہیں تھا۔ اس نے انہیں دیکھا۔

اور وہ انہیں دیکھے گیا۔

”تم اسے ڈھونڈتے کیوں نہیں آمن اسے ڈھونڈ کر لاتے کیوں نہیں۔“ اس بار انہوں نے روتے ہوئے پوچھا۔

”میں اسے کہاں تلاش کروں ذرا سا بھی تو کلیں نہیں ہے میں تو اس کے دوستوں کو بھی نہیں جانتا وہ کیا کرتی تھی کہاں جا کر رہی تھی مجھے کچھ نہیں پتہ۔“

”تم تانیہ سے کیوں نہیں پوچھتے اسے پتہ ہوگا۔“ انہوں نے کہا اور آمن کو لگا اس سے بڑا بے وقوف اس دنیا میں کوئی نہ ہوگا وہ تانیہ کو ابھی تک کیوں بھولا ہوا تھا۔

”پتہ ہے آمن جب میں امریکہ میں تھی اور وہ مجھ سے الگ تھی بلکہ وہ تو چار سال کی عمر سے مجھ سے الگ ہے میں جتنی محبت شینہ اور فرقان سے کرتی ہوں ایسا جذبہ پائی تعلق میرا یمنہ سے بھی نہیں رہا وہ مجھے بھی یاد نہیں آتی جب ہم یہاں واپس آئے تو اسے دیکھ کر بھی مجھے شدید گھبراہٹ ہوئی تھی لیکن اس روز مجھے اس سے محبت ہو گئی جس روز تم اسے لے کر یہاں سے گئے تھے وہ چار سال کی تھی جب میری دوست اسے لے گئی وہ چوبیس سال کی مجھے دوبارہ ملی بیس سال بعد تو میں بھول گئی تھی کہ میری بیٹی بہت خوب صورت ہے اس کی نگاہیں ہر دم چمکی رہتی تھیں تو مجھے یاد بھی نہ آیا کہ اس کی آنکھوں کا کلر ہنی ہے اس روز جب تم اسے لے کر گئے تھے میں اس کے روم میں موجود تھی میری بات پر اس نے لمحہ بھر کے لیے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا وہ کیا کہہ رہی تھی مجھے سنائی نہیں دے رہا تھا میں تو جیسے ان آنکھوں میں ڈوب چکی تھی ایک بار ظاہر بھائی نے کہا تھا کہ..... یمنہ کی آنکھیں پتھروں کو بھی اسیر کر لیتی ہیں۔“ آمن رضائے جنت سے سراٹھا کر انہیں دیکھا وہ بھی تو اسیر ہو چکا تھا۔

”اور پتہ ہے آمن میں بھی اسیر ہو گئی جب تم اسے لے جا رہے تھے مجھے تم پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا میں تمہارا کیا حشر کر ڈالوں اس کے بعد ایک بار پھر یمنہ مجھے چھوڑ گئی لیکن کیا تم یقین کرو گے؟ اس رات سے لے کر میں آج تک سکون کی غینہ نہیں سو سکی مجھے اپنی بیٹی بہت یاد آتی ہے مجھے یمنہ بہت یاد آتی ہے۔“ وہ رونے لگی

”آپ نے تانیہ سے معلوم کیا۔“ اس نے پوچھا تو انہوں نے ٹنگی میں سر ہلا دیا۔

”مجھ میں اتنی اہمیت نہیں ہوئی کہ اتنے سال اس سے بے رخی برتنے کے بعد جب اسے ہماری بہت زیادہ ضرورت تھی اس وقت اس کا ساتھ چھوڑ دینے کے بعد میں جا کر تانیہ سے اس کے بارے میں کوئی سوال کروں مجھ میں تانیہ کا بھی سامنا کرنے کی اہمیت نہیں ہو رہی تھی۔“

”میں تانیہ سے معلوم کرتا ہوں۔“ وہ ان کے پاس سے اٹھ کر سیدھا تانیہ کی طرف آیا تھا۔

”تانیہ سے کہو آمن رضا آیا ہے۔“ اس نے چوکیدار سے کہا۔

”بیگم صاحبہ تو نہیں ہیں وہ چلی گئیں۔“

”کہاں چلی گئیں وہاں کا پتہ دو مجھے ان سے ارجنٹ کام ہے۔“ اسے کوفت ہوئی تھی تانیہ کی غیر موجودگی کا سن کر۔

”پتہ نہیں جی وہ کہاں گئی ہیں۔“

”لو کے وہ آئیں تو ان سے کہنا کہ آمن رضائے.....؟“

”وہ یہاں واپس تھوڑی آئیں گی انہیں گئے چار ماہ ہو چکے ہیں۔“ چوکیدار نے اس کی بات کاٹ کر کہا تو وہ اچھل پڑا۔

”واپس..... تانیہ..... تانیہ گھر چھوڑ کر چلی گئی مگر کہاں؟“ ابھی ابھی جو یمنہ کے ملنے کی امید بندھی تھی وہ

دیکھتے ختم ہو گئی اسے حواس باختہ تو ہونا ہی تھا۔

”پتہ نہیں جناب۔“

”جنید کو پتہ ہوگا میں اس سے پوچھتا ہوں۔“ اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے موبائل جیب سے نکالا۔

”صاحب تو خود انہیں ڈھونڈ رہے ہیں اصل میں صاحب نے دوسری شادی کر لی تو بیگم صاحبہ تنزیل بابا کو لے کر چلی گئیں۔“

”اوہ نو.....“ وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

”لعنت ہو تم پر جنید جس لڑکی نے تمہارے لیے اپنی آخرت بھی تباہ کر لی تم نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔“ وہ واپسی کے لیے پلٹا۔

”عشق مجازی نے آپ کو گناہوں کی دلدل میں اتار دیا کیا آپ کو واقعی خدا سے خوف محسوس نہیں ہوتا۔“ اسے دیکھتے یمنہ کے الفاظ یاد آئے۔

”تانیہ یہ تمہاری سزا نہیں بلکہ تمہاری اچھائی کا بدلہ ہے کہ تم جنید سے الگ ہو گئی ہو یقیناً ایک بار پھر تم نے ہدایت کا راستہ اختیار کر لیا ہوگا۔ اپنے خیالوں میں وہ تانیہ سے مخاطب گھر لوٹ آیا تو دیکھا کہ ڈاکٹر عدنان بنت آئے ہوئے ہیں وہ بے حد خوش ہوا۔

”سر! آپ نے مجھے بلالیا ہوتا۔“ وہ جب کبھی ذہنی طور پر اچھتا تو ڈاکٹر عدنان اس کے نزدیک ہوتے تھے۔

”بھئی تم سے کام تھا اس لیے خود چل کر آئے ہیں۔“ وہ مسکرائے۔

”جی کہیں سر۔“

”جو کہنا ہے وہ بعد میں کہیں گے یہاں آ کر پتہ چلا کہ ایک پراجیکٹ مل رہا ہے اور تم اسے نہیں کرنا چاہتے تمہارے پاپا نے بتایا کہ وہ مالکان تم ہی سے کام کروانا چاہتے ہیں حالانکہ کہنی تو اب تمہارے بھائی کے پاس ہے۔“

”انتا پیسہ جمع کر کے کیا کروں گا سر انہیں ہی مل جائے تو ٹھیک ہے۔“

”جبکہ مجھے لگتا ہے یہ پراجیکٹ تمہیں کرنا چاہیے کیونکہ

اس کا پرافٹ وہ لوگ بیٹوں میں ڈال دیں گے تم غریبوں کے کام میں لے لو۔“

”کیسے.....؟“ وہ یک دم چونکا۔

”میں اسی سلسلے میں تمہارے پاس آیا تھا اصل میں میرے دوست کا بیٹا ہے سکندر وہ ڈاکٹر ہے وہ ایک ویلفیئر چلا رہا ہے جس کے تحت وہ بہت سے غریبوں کی اس طرح مدد کرتا ہے کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ امداد لے رہے ہیں آج کل وہ ایک نیاراجیکٹ شروع کر رہا ہے عورتوں کے لیے کم آمدنی والے گھرانوں سے عورتیں مجبوری کے تحت نکلتی ہیں اور پھر معاشرے میں مختلف مسائل کا شکار ہو جاتی ہیں اسی لیے وہ ان کے ہنر کے مطابق گھروں پر ہی ان تک کام پہنچانا چاہتا ہے لیکن اس کام کے لیے اسے ڈونیشن چاہیے تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ تم سے بات کر لوں تمہاری دولت اس کی محنت غریبوں کے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے اور یہ تمہارے لیے صدقہ جاریہ بھی ہوگا۔“ اپنی بات ختم کر کے انہوں نے اسے دیکھا۔

”ٹھیک ہے میں اس کام کے لیے تیار ہوں آپ پاپا سے انہیں ملو اس پاپا پر ارجیکٹ دیکھ لیں گے۔“

”تم وزٹ کرنا اس کی ویلفیئر کا دیکھنا تم وہ کتنی محنت کرتا ہے کیسی جدوجہد کر رہا ہے وہ غریبی ختم کرنے کے لیے۔“ انہوں نے کہا تو اس نے مسکرا کر بات میں سر ہلایا اس کے بعد وہ ہاسٹل کے پراجیکٹ میں مصروف ہو گیا شہلا کی طبیعت خرابی کا سن کر وہ ان کے گھر گیا تھا۔

”آمن مجھ سے ملنے آتے رہا کرو بہت سٹیشن ہوتی ہے مجھے یہاں تم آتے ہو تو لگتا ہے ٹھنڈی ہوا میسر آ گئی ہے۔ پانچ ماہ ہو گئے تھے ذیشان اور ماما کو وہ گھر چھوڑے اور پچھلے ایک ماہ سے وہ اس طرف نہ آیا تھا شہلا کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا کتنی کمزور ہو گئی تھیں۔

”آئی آپ کو کیا ہو گیا ہے؟“ اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔

”آمن مجھ سے یہاں نہیں رہا جاتا میرا دل گھبرانے لگا ہے اس ماحول سے مجھے یمنہ کے پاس لے چلو آمن مجھے

کسی پل اس کے بغیر قرار نہیں آتا ہے۔ تمہارے انکل مجھے اب نفسیاتی ڈاکٹروں کے پاس لے جاتے ہیں انہیں لگتا ہے میں پاگل ہو رہی ہوں لیکن میں پاگل نہیں ہوں آمن صرف بے سکون ہوں آمن یہاں کھل کر سانس نہیں آتا مجھے بس دل کرتا ہے۔ سینہ کے پاس جاؤں تم مجھے اس کے پاس لے چلو مجھے سکون مل جائے گا۔ وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر روئے لگیں تھیں وہ چپ چاپ ان کا سر سہلانا رہا۔

”آئی پتہ ہے چین صرف اللہ کی یاد میں ہوتا ہے آپ نماز پڑھا کریں اور اللہ سے سینہ کے ملنے کی دعا میں کیا کریں۔“

”ہم جیسے گناہ گاروں کو نمازیں کہاں آتی ہیں آمن۔“ ان کا رونا مزید بڑھ گیا تھا۔

”میں ہوں ناں..... آپ کو نماز سکھانے آؤں گا ٹھیک ہے۔“ اس نے ان کے کتے نوصاف کیے اور ان کی تسلی دی۔

”تم یہاں مت آنا ذیشان پسند نہیں کرتا۔“

”بھلے ہی وہ پسند نہ کریں مگر میں آپ کے لیے آؤں گا۔“

”نہیں آمن میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔“ انہوں نے کہا تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

”پہلے مجھے سینہ کا پردہ دیکھ کر گھبراہٹ ہوتی تھی اب مجھے بے پردگی سے گھبراہٹ ہوتی ہے اپنی بے پردگی یا ذاتی ہے تو ڈوب مرنے کو دل کرتا ہے میں بدل رہی ہوں تو اس گھر میں میری جگہ نہیں رہے گی تو میں پہلے ہی یہ گھر چھوڑ دینا چاہتی ہوں کیا تم مجھے اپنے گھر میں جگہ دو گے آمن؟“ وہ متحیر سا انہیں دیکھے گیا۔

”وہ آپ کا بھی گھر ہے ماما۔“ وہ فوراً بولا اٹھا۔

”سینہ نے مجھے کبھی ممانہ نہیں کہا۔“ وہ ایک بار پھر روئے لگیں۔

”اس نے ہم گناہ گاروں سے کوئی رشتہ قائم نہیں لیا وہ اب آئے گی تو مجھے ممانہ کی ناں آمن؟“ وہ اس سے روئے ہوئے پوچھ رہی تھیں وہ بنا کچھ بولے انہیں لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا وہ آئے گی۔ یہ سلی وہ انہیں کیسے دے سکتا تھا۔

ہماری سزا ہمارے سر سے ملنے کی دعا دی ہے احسان مند تو میں ہوں آپ کی۔ اور مر بیٹھ بے چارہ منہ کھولے اسے دیکھتا رہ جاتا ہے۔ سپر مائنڈ ذہن کی مالک ہے میری بہن۔“ اس کے لہجے میں اپنی بہن کے لیے فخر تھا میں دیکھتا رہ گیا۔ اپنی بات کے اختتام پر ان کی نظر آمن پر پڑی جو حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

”میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ اچھے لوگ آپ کو کتابوں میں ملیں گے لیکن سکندر سے ملنے کے بعد مجھے بھی خود پر فخر ہو رہا ہے کہ میں اچھے لوگوں سے حقیقتاً رہا ہوں۔“

”ہاں بابا اچھے لوگ ہیں جسے تو قیامت قائم نہیں ہوتی کیونکہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب اچھے لوگ نہیں رہیں گے۔“ وہ پھر سے فائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”کاش آمن ہمارے گھر والے بھی اچھے ہوتے تو آج ہم بیویوں تنہا نہیں ہوتے۔“ وہ افسردہ ہو گیا آمن ان سب کو منانے کی کوششیں کر چکا تھا ان سے غنی نہ تھا وہ لب بلیچ کر رہ گیا اور وہ ایک بار پھر اپنے گھر والوں کو منانے گیا تھا لیکن ذیشان اسے دیکھتے ہی بھڑک اٹھا۔

”کیا تم چاہتے ہو میں اپنے ملازموں سے تمہیں دھکے دلاؤں آمن اگر آئندہ تم نے میرے گھر کی دہلیز کو پار کرنے کی کوشش کی تو میں پولیس میں رپورٹ کروں گا کہ ایک غنڈہ مجھے تنگ کرتا ہے۔“

”بھائی! میں صرف ممانہ سے ملنے.....“

”مجھ سے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ ممانہ اس کی بات کاٹ کر کہنا وہ خاموشی سے پلٹ آیا پھر آفس بلیچ کر وہ بمشکل ہی اپنی پراجیکٹ فائل پر دھیان دے سکا تھا کہ فون بیل بجی اور اس نے بنا نمبر دیکھے کال ریسیو کر لی۔

”مجھے طلاق چاہیے۔“ لفظ نہیں انکارہ تھے کئی ماہ سے خاموش دل بڑھتا تھا اس کے ب عزوجل نے اس پر کرم کر دیا تھا بھلے کسی بھی مقصد کے لیے اس نے یہ آواز سنی تھی لیکن بات کے اختتام پر وہ چونک بڑا اسے جھٹکا لگا تھا وہ سینہ نہیں تھمی وہ اس کی سینہ نہیں تھمی وہ گھر آ گیا اس نے موبائل کی

ریکارڈنگ چیک کی موبائل میں کال ریکارڈنگ سسٹم آن تھا ایک دو تین بار اس نے وہ آواز سنی اور پھر ایک گھر بس اس لیا کیونکہ وہ آواز تانیہ کی تھی تب اس نے اپنے کانیکٹ استعمال کیے اور اپنے نمبر پر آنے والی اس کال کا جائے وقوع معلوم کیا اور حیرت زدہ رہ گیا کیونکہ یہ سکندر کا گاؤں تھا اس نام سے وہ بابا کی وجہ سے واقف تھا کیونکہ بابا اسی گاؤں کا نام لیتے تھے پھر وہ بابا سے کہہ کر کہ وہ سکندر سے ملنا چاہتا ہے اس گاؤں میں چلا آیا وہ سکندر کا پتہ لے کر آیا تھا لیکن وہ یہاں سکندر سے نہیں تانیہ سے ملنے آیا تھا لیکن اس کی قسمت کما سے تانیہ سے پہلے سینہ نکرا گئی۔

”رضا کلا تھ ہمینی۔“ یہ وہی ہمینی تھی جو بابا نے عورتوں سے گھر پر سلائی کرانے کے لیے یہاں سکندر کی زیر نگرانی کھولی تھی اور اس کے گیٹ سے نکلتی بے حد شرمی پردے میں ملبوس لڑکی اور اس کے ساتھ ایک چھوٹے بچے نے اسے چونکا یا اس نے تانیہ کے بیٹے کو بھی دیکھا نہیں تھا مگر وہ گاڑی سے کہہ سکتا تھا کہ وہ تانیہ کا بیٹا ہے کیونکہ وہ جنید کی کاپی تھا۔

”یہ یقیناً تانیہ ہوگی۔“ اس نے سوچا۔

”آئی ماما کو پتہ چلے گا کآج میں نے اپنی چاکلیٹ ایک بچے کو دی ہے تو وہ خوش ہوں گی ہے ناں مجھے بہت پیار کریں گی۔“ ان سے ذرا فاصلے پر وہ تھا جب اس نے بچے کی آواز سنی۔

”یہ اس کی ممانہ ہے تو.....؟“

”لوہ یہ سینہ ہوگی۔“ وہ چونکا اور پھر بہت فاصلے سے اس نے گھر تک ان کا چہچہا کیا تھا وہ اس سے ملنا چاہتا تھا لیکن ظاہری بات ہے کنفرم تو نہیں تھا کہ وہی سینہ ہے ہو سکتا تھا کہ وہ کوئی اور ہو اس لیے وہ سکندر کے پاس چلا آیا اس نے بابا کا نام لے کر اپنا تعارف کروایا تھا سکندر بے حد خوش دلی سے اس نے فوراً ہی تانیہ کے متعلق استفسار کیا۔

”وہ میری فرینڈ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ اپنے شوہر کے پاس چل جائے۔“

”تانیہ کبھی بھی واپس نہیں جائے گی وہ اب جنید کا سایہ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی ویب سائٹ

یہ تمامہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ☆ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریزیوم ایبل لنک
- ☆ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو پی
- ☆ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریٹج
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں ایلوڈنگ
- ☆ سیریم کوالٹی، نارل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ☆ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریٹج
- ☆ ایڈفری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب فورٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

☆ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

☆ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

☆ ڈاؤنلوڈ کریں www.paksociety.com

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

بھی اپنے بیٹے پر نہیں پڑنے دینا چاہتی۔
 "جنید کو سدھارنے کی کوشش تھی تو کی جاسکتی ہے۔"
 "تانیہ یہ کوشش کر چکی ہے اسے نہیں لگتا کہ وہ کبھی
 سدھرتے گا۔" سکندر افسردہ ہوا۔ وہ لوگ ہاسپٹل جا رہے
 تھے جہاں اس وقت نشا اور تانیہ موجود تھیں۔
 "بچہ ماں باپ کے سامنے تلے ہی پلٹتا تو ٹھیک تھا۔"
 "یہ بات تو ٹھیک ہے کہ بچہ ماں باپ کے سامنے تلے
 پلٹتا مگر تزیل کے لیے باپ کا سایہ بھی ٹھیک نہیں ہے تانیہ
 یقیناً اسے ٹیک بنا سکتی ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ
 اسے جنید سے دور رکھا جائے۔" سکندر نے کہا تو اس نے
 تانیہ کی انداز میں سر ہلایا کیونکہ اس نے سچ کہا تھا وہ الگ
 ہاسپٹل پہنچ گئے۔
 "تانیہ تم سے ملنے کوئی آیا ہے۔" سکندر نے کہا تو وہ
 نہیں سے کھل آئی۔
 "کہاں سے؟" اس نے اظہار اظہار کیا۔
 "یاد ہے۔" اسے کہہ کر وہ کیمپ میں گھس گیا کیونکہ
 مرینس ان لنگے کھڑے تھے۔ پوچھا۔ "تانیہ کو دیکھا؟"
 اس کا دل دھڑکا تھا اسے گھبراہٹ ہوئی تھی۔
 "تانیہ..... تانیہ" وہ بے حد کینیوز ہو رہا تھا تانیہ جو اظہار
 اظہار دیکھ رہی تھی آواز پر چونکی اور پھر اسے دیکھنے لگی ایک بل کو
 تو وہ اسے پہچانی ہی نہیں تھی اور اگلے لمحے پہچانی اور حیرت تھی
 رنگ ایک ساتھ اس کی آنکھوں میں آنسو۔
 "آ..... آ..... آ من!" وہ اس سے زیادہ کینیوز
 ہو گئی تھی۔
 "تم یہاں کیسے آ گئے؟" وہ خوف زدہ ہوئی اور
 ساتھ ہی حیرت زدہ بھی تھی یقیناً اس کی تبدیلی نے اسے
 دو الگ الگ کیفیات میں مبتلا کر دیا تھا۔ خوف زدہ اس
 لیے کہ وہ پھر یقیناً پر مسلط ہو جائے گا اور حیرت زدہ اس
 کی ظاہری حالت پر۔
 "تم نے فون کیا تھا نا؟" اس نے کہا تو وہ چونکی۔
 "مجھے..... مجھے نہیں پتہ یقیناً کہاں ہے۔" وہ ہکلائی۔
 "لیکن مجھے پتہ ہے وہ کہاں ہے؟" اس کے جواب پر
 تانیہ کے لب بھینچ گئے۔
 "تانیہ مجھے لگا تھا کہ جب تم مجھے دیکھو گی تو بنا کسی سوال
 کے مجھے یقیناً سے ملو اور گی۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی
 تانیہ نے اسے دیکھا۔
 "کیا مجھے دیکھ کر تمہیں نہیں لگتا کہ میں بدل گیا ہوں
 کیا اب تمہیں یہ بتانے کے لیے باقی ہے کہ مجھے یقیناً
 سے محبت ہے اور میں اس کے لیے بدلا ہوں۔" تانیہ کو
 اس لمحے وہ بہت بے بس لگا تھا وہ سر جھکا گیا تانیہ اسے
 بغور دیکھ رہی تھی۔
 "یقیناً وہ تمہاری خوش قسمتی بن کر لوٹ آیا ہے۔" تانیہ
 کے لبوں پر مسکراہٹ بھرنی اس نے ایک دم آ من کو یقیناً
 سے ملنے کا فیصلہ کر لیا آ من کے کا ذہن! یہ یقیناً کوئی تارا اور
 یقیناً کوئی اپنی خوش قسمتی کو نہیں ٹھکرا سکتی تھی۔
 "تانیہ یہی ہیں ان صاحب کے بیٹے جنہوں نے
 ہمارے گاؤں میں کالنگھ مٹنی کھولی ہے۔" سکندر نے باہر
 آ کر اس کا تعارف کر دیا۔
 "عدنان انکل کے اسنوڈنٹ۔" وہ پندنگی جب یہ کام
 شروع ہوا تھا تو زاکر عدنان بت نے ان لوگوں کے سامنے
 اپنے اسنوڈنٹ کی از حد تعریف کی تھی لیکن انہوں نے نام
 نہیں بتایا تھا۔
 "ارے سر میں نے آپ کا نام پوچھا تھا نہیں۔" سکندر
 کو اب خیال آیا۔
 "آ من رضانا" جواب تانیہ نے دیا اور سکندر اچھل پڑا۔
 "آ..... آ من رضانا"
 "سکندر یہ یقیناً کے شوہر بھی ہیں۔"
 "یقیناً کے شوہر۔" اس کے حیرت سے سدھرایا۔
 "آ من بی بی جان سے ملنے چلو کیونکہ یقیناً سے تم
 ابھی نہیں مل سکتے۔"
 "کیوں؟" وہ چونکا۔
 "ایک ہفتہ ہے اس کام کے ختم ہونے میں پندرہ
 تم اسے لے جاسکتے ہو کیونکہ کام ختم کیے بغیر وہ تمہارے
 ساتھ نہیں جائے گی اور بالفرض چلی بھی گئی تو یہاں کے چکر
 آچل جولانی 2015 62

لگتے رہیں گے جس کی وجہ سے تم ہی ڈسٹرب ہو گے۔“
 ”تمہیں تانیہ مجھے بھی اس سے ملنا ہے۔“ وہ بھند ہوا۔
 ”تین سال اس سے دور رہے ہو تو ایک ہفتہ اور انتظار
 کر لو۔“ وہ شرارت سے بولی۔
 ”تم اسے کیوں روک رہی ہوتانیہ؟“ سکندر بولا۔
 ”بھئی میں اس کی بہن ہوں دو لکھنا چاہوں گی کہ آمن
 میری بہن کے قابل ہے یا نہیں؟“ وہ مسکرائی۔
 ”وہ تو دیکھتے ہی نظر آ رہا ہے۔“ سکندر بھی مسکرا دیا۔
 ”اصل میں ایک ہفتے بعد جب یہ پراجیکٹ مکمل ہوگا
 اور یہیہ لوگوں کو ان کی سمٹ کرے گی تو کتنے لوگ اسے
 دعادیں گے وہی دعائیں اس کا جینز بن جائے گا اور وہ آمن
 کے ساتھ اپنی دعاؤں کے سائے تلے رخصت ہو جائے گی
 ورنہ یقین کرو وہ آدھی نہیں انکی رہے گی جبکہ میں اسے پورا
 پورا رخصت کرنا چاہتی ہوں۔“ تانیہ نے کہا تو آمن اس کی
 بات مان کر بی بی جان سے مل کر وہیں آ گیا۔ اس نے شہلا
 اور رضا کو اس کے متعلق کچھ نہ بتایا تھا وہ انہیں سر پرانز دینا
 چاہتا تھا لیکن تیسرے دن ہی پاپا کو اطلاع مل گئی تھی وہ
 دونوں بے قرار ہو گئے تھے۔
 ”تم یہیہ کو ساتھ کیوں نہیں لائے آمن۔“ وہ جونہی گھر
 میں داخل ہوا وہ غصے سے بولے تو وہ چونکا۔
 ”یہیہ.....؟“
 ”ابھی بھائی صاحب نے سکندر کو فون کیا تھا تاکہ
 پراجیکٹ کی تیاری کی تفصیل پوچھ لیں اس نے جواباً
 ہمیں یہیہ کے متعلق بتایا تم اس سے مل کر کیوں نہیں
 آئے اسے لے کر کیوں نہیں آئے؟“ شہلا بھی بے
 چینی سے بولیں تھیں۔
 ”افو یہ سکندر بھی میں تو آپ لوگوں کو سر پرانز دینا چاہ رہا
 تھا۔“ اس نے ایک گہرا سانس لیا۔
 ”بس تم صبح اسے لے کر آؤ۔“ اس نے ان کے حکم پر
 اثبات میں سر ہلایا۔

 ”بہت خوب صورت لگ رہا ہوں کیا.....؟“ وہ دعا کے خنجر۔

بانگ کر جائے نماز رکھ کے اس کے سامنے آ بیٹھا تھا وہ بنا
 پلکیں جھکے اسے تسک رہی تھی۔
 ”نہ تو میں تمہارا خواب ہوں نہ خیال..... یقیناً تم
 نے کبھی مجھے نہ خواب میں دیکھا ہوگا نہ خیال میں سوچا
 ہوگا..... میں یہاں موجود ہوں یہ حقیقت ہے یہیہ.....
 میں بدل گیا ہوں یہ حقیقت ہے یہیہ..... اور مجھے
 بدلنے میں تمہاری محبت کا دخل ہے یہیہ۔“ وہ ساکت
 نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اسی پل ڈور بیل ہوئی تو
 آمن رضا اٹھ کر چلا گیا۔
 ”مذاکرات ختم ہو گئے جناب کے۔“ تانیہ کی آواز آئی۔
 ”تم پہلے ہی آ گئیں ان کا سکتے ہی ابھی تک نہیں آؤ۔“
 ”وہ لوٹنے کا بھی نہیں اسی لیے میں آ گئی۔“ وہ مسکراتے
 ہوئے اندر داخل ہوئی پھر اس کے قریب آئی۔
 ”آمن بدل گیا یہیہ اور بدلنا بھی تمہارے ہی لیے
 ہے۔ میں نے جب اسے بلایا تھا تو مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ
 بدل چکا ہے میں چاہتی تھی کہ یہ تمہیں طلاق دے اور تم
 کسی اچھے سے شخص سے شادی کر لو۔ لیکن اب جبکہ آمن
 تمہاری چاہت میں بدل گیا ہے تو تم یقیناً اس کی سمٹ
 میں خوش رہو گی۔“ اس کی نظر تانیہ پر نہیں آمن رضا پر
 تھیں جس کے باعث تانیہ خود بھی کھینچ رہی تھی۔
 ”میں چاہتی ہوں تمہیں آمن رضا کے سنگ رخصت
 کر دوں کیا تمہاری آبی کو یہ حق ہے۔“ تانیہ کے کہنے پر اس
 نے نظر میں گھما کر تانیہ کو دیکھا اس پل بی بی جان نشاء سکندر
 بھی آ گئے۔
 ”یہیہ میری بچی سدا خوش رہو۔“ بی بی جان نے اسے
 گلے لگا لیا تھا وہ سب اسے آمن رضا کے ساتھ بیٹھنے کے
 لیے تیار تھے اس کا ماؤف دماغ دھیرے دھیرے کام کرنے
 لگا اسے لگا وہ ابھی چکرا کر گر پڑے گی۔
 ”آمن رضا بدل گیا..... مگر کیسے؟“ اسے وہ آمن
 رضایا دیا تھا جس کے ساتھ اس نے اپنی زندگی کے چھ
 دن گزارے تھے وہ مہر بہ لب تھی اور سب اس کے فیصلے
 کے خنجر۔

وہ مہر جھکا گئی بی بی جان نے اسے خود سے الگ کیا۔
 ”پتہ ہے یہیہ مجھے یقین تھا کہ تم بہت خوش قسمت ہو
 بلکہ تم پارس ہو پارس مٹی کو بھی چھو لو تو سونا کر دو۔“ بی بی جان
 کے کہنے پر آمن رضا کی نظر بے ساختہ اس کی سمت اٹھی تھی
 بے حد سپاٹ چہرہ لیے وہ مہر جھکائے ہوئے تھی کچھ پہلے
 کی حیرت اب غائب تھی اس کے چہرے سے کسی بھی بات
 کا پتہ کرنا مشکل ہو رہا تھا پھر رخ کے بعد تانیہ نے آمن رضا
 کو جانے کا اشارہ کر دیا۔
 ”تم خوش قسمت ہو یہیہ کہ وہ تمہارے لیے بدل گیا
 جس کی تم نے کبھی تمنا بھی نہیں کی مجھے دیکھو جنید کے لیے
 کتنی پستی میں گری لیکن کیا ہوا آج بے سائبان ہوں
 آمن رضا تمہاری نیکیوں کا اجر ہے یہیہ اللہ کی رسی کو مضبوطی
 سے تھامے رکھنے کا اجر اس کے نافذ کردہ احکام کو خود پر لاگو
 کر لینے کا اجر جو تمہیں آمن رضا کی صورت میں مل رہا
 ہے..... اور پتہ ہے آمن تو سکندر سے بھی اچھا ہو گیا ہے۔“
 وہ لمحے بھر کو رکی پھر یک دم بولی تو اس نے الجھ کر تانیہ کو دیکھا
 بھلا سکندر کا یہاں کیا ذکر.....؟
 ”سکندر پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتا ہے لیکن دائرہ
 نہیں رکھی۔“ وہ شرارت سے کہتے ہوئے مسکرائی۔
 ”ابھی بتاتی ہوں میں سکندر کو۔“ نشاء نے اسے گھورا تو وہ
 ہنس دیا بی بی جان بھی مسکرا دیں جبکہ وہ یونہی الجھی الجھی
 رہی آخرا تانیہ ہی نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے آمن رضا کے
 برابر لا کھڑا کیا۔
 ”آمن میں اپنی بہن کو تمہارے ساتھ رخصت
 کر رہی ہوں۔ اگر اسے ذرا بھی تکلیف پہنچائی تو مجھ
 سے برا کوئی نہ ہوگا۔“
 ”تم سے برا تو اب بھی کوئی نہیں ہے۔“ سکندر نے مسکرا
 کر کہا تو تانیہ نے اسے گھورا نشاء یہیہ کا عمل لے آئی تھی۔
 ”تانیہ میں کوشش کروں گا جنید کو لانے کی۔“
 ”تم صرف دعا کرنا اس کے نیک ہو جانے کی۔“ اس
 نے تیزی سے اس کی بات کالی۔
 ”مجھے اس بات پر کوئی خسوس نہیں ہے آمن کہ جنید

نے مجھے چھوڑ دیا اسے مجھ جیسی لڑکی کے ساتھ یہی کرنا
 چاہیے تھا میں نے اپنے رب عزوجل کے احکام اس کے
 لیے چھوڑے تھے اسے بھی مجھے چھوڑنا تھا کیونکہ میں خدا کو
 بھول کر سب کچھ اسے ہی سمجھ بیٹھی تھی۔ اللہ عزوجل مجھے
 میرے گناہوں پر معاف کرے اور اسے ہدایت دے۔“ وہ
 انسر دگی سے بولی پھر یہیہ کو دیکھنے لگی۔
 ”بی بی جان اللہ یہیہ۔“ یہیہ نے کچھ نہ کہا بی بی جان نے
 اسے گلے لگایا اور پھر وہ بے حد خاموشی کے ساتھ آمن رضا
 کی ہم قدم ہو گئی۔ آمن نے الجھ کر بے یقینی سے اسے
 دیکھا۔ الجھا اس لیے کہ وہ کچھ بولی ہی نہیں تھی۔ بے یقینی
 اس لیے کہ کیا واقعی وہ اس کے ساتھ جا رہی تھی۔ اسے جانے
 کیوں یقین نہ آیا۔ تین گھنٹے کا سفر بے حد خاموشی سے کٹنا
 اس نے ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا کار کی فرنٹ سیٹ پر وہ
 سر جھکائے چپ چاپ بیٹھی رہی۔
 ”یہیہ گھرا آ گیا۔“ اس نے کہا تو یہیہ نے سر اٹھا کر گھر
 کی عمارت کو دیکھا پھر آمن رضا تر کر اس کی طرف آیا اور
 اس کے لیے دروازہ کھولا اس نے آمن رضا کی طرف نہیں
 دیکھا نظر جھکا کر وہ اتر آئی۔
 ”میرا بچہ۔“ شہلا لپک کر اس کے پاس آئیں اسے
 تعجب ہوا وہ واقعی اس کی ماما نہیں یا آج لگا تھا۔
 ”السلام علیکم! اس نے اپنا حجاب ہٹاتے ہوئے کہا۔
 ”وہ علیکم السلام! بیٹے کیسی ہوا؟“ رضائے پوچھا۔
 ”الہمد للہ۔“
 ”آؤ اندر چلو اپنے گھر میں بیٹے۔“ رضائے کہا ان کے
 چہرے کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی۔
 ”خدا تم دونوں کو خوش رکھے۔“ شہلانے اسے لپٹاتے
 ہوئے کہا۔
 ”اور ہمیشہ ساتھ رکھے۔“ پاپا نے نکلنا لگایا آمن رضا
 نے پھر اسے دیکھا مگر یہیہ کے چہرے سے وہ اس بار بھی
 کچھ اخذ نہ کر سکا اسے پھر الجھن ہوئی پتہ نہیں وہ خوشی اسے
 کیوں محسوس نہیں ہو رہی تھی جو یہیہ کے آنے کی ہوئی
 چاہے بھی آخرو وجہ کیا تھی؟ وہ اپنی بے قراری کو سمجھنے میں پارہا

تھا۔ پھر وہ لوگ اندر کی طرف بڑھائے۔

کھا لیتی ہے اور اگر وہ کھانا رکھا یا بھی اس کی ماں نے ہوتو پھر وہ بہت زیادہ کھالے گی۔" اس نے انہیں اپنی ہانہوں کے گھیرے میں لے کر کہا تو وہ بے اختیار اس سے لپٹ گئیں۔

"اپنی ماما کو معاف کر دینا بیٹا وہ ساری عمر آپ سے لائق رہی۔"

"مما اس طرح معافی مانگ کر اپنی بیٹی کو اس کی نظروں میں مت گرائیں۔" وہ رو دی۔

کھانے کے بعد وہ سب اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ رضانا نے اسے بتایا تھا کہ "اگلے ہفتے وہ لوگ ولیمہ کریں گے۔"

وہ چونکی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی چونک گئی "کمرہ پھولوں سے مہک رہا تھا یقیناً یہ بھی پاپا نے ہی سجایا ہوگا۔ حتیٰ کہ بیج بھی سجائی گئی تھی" کمرے کی سینک بائیکل رہی تھی پچیس دو سال پہلے ہی یہ وہی کمرہ تھا جہاں ایک لٹوڑا اتنا اس کے لیے مشکل تھا وہ کچھ دیر کھڑی کمرے کا جائزہ لیتی رہی پھر اس نے آگے بڑھ کر وارڈ روب کھولی پھر اس کے لیوں پر مسکراہٹ ریگ گئی اس کا بیک دیتے ہوئے تانیہ نے کہا تھا۔

"ویسے تمہیں وہاں ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہوگی تمہاری ضرورت سے بڑھ کر ہر چیز وہاں موجود ہے۔" اس نے ٹھیک ہی کہا تھا اسے اس بیک کی ضرورت نہ تھی وارڈ روب میں اس کے لیے ضرورت سے زیادہ چیزیں تھیں پھر اس نے اس میں سے ایک سوٹ نکالا چند لمحے اسے دیکھتی رہی اور پھر وہ سوٹ واپس رکھ کر یادہ نوئی وارڈ روب کی چیزوں کو الٹ پلٹ کرنے لگی جانے اسے کس چیز کی تلاش تھی پھر ایک پیکٹ پر اس کی نظر پڑی تو وہ چونک گئی۔

"آمن رضا میرے لیے بدل گیا..... نہیں..... قطعاً نہیں....." اس نے وہ پیکٹ اٹھالیا۔

"اسے راہ ہدایت پر چلنا تھا یہ اس کا مقدر تھا۔" وارڈ روب بند کر کے اس نے سوچا۔

"کیا آمن رضا کو واقعی مجھ سے محبت ہے..... کیا

"یہی ہے اس گھر میں بہت سناٹا چھا گیا ہے شاید اس لیے کما سن نے وہ راہ اختیار کر لی جو ہدایت بھری ہے تو سب نے ہمیں چھوڑ دیا لیکن ڈونٹ ورکی ہم نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا ہے اب کسی تفرقے میں نہیں پڑیں گے۔ ان شاء اللہ اور پھر تم ہو ہمارے ساتھ تم ہمارا انعام ہو۔" یہ کہتے ہوئے عورت انعام ہوتی ہے مجھے فخر ہو رہا ہے کہ تم میرے گھر میں ہو اور پتہ ہے میں آمن رضا کی خوش قسمتی پر ہمیشہ رشک کرتا تھا اور دیکھو اس کی سب سے بڑی خوش قسمتی کہ تم اس کی زندگی میں ہو اور تمہارے باعث اس کی دنیا تا آخرت سنور گئی آئی پراؤ ڈ آف یو اینڈ آئی لو یو بیٹے۔" رضانا کی آنکھیں نم تھیں اس کا سر اٹھا ہوا اور نظر جھکی ہوئی تھی۔

"اب تو میرا بیٹا تمہارے ماحول کے مطابق ڈھل گیا ہے ناں۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے کہا تو اس نے چونک کر انہیں دیکھا ان کی نگاہوں میں شریسی چمک تھی اسے بھی اپنی کئی بات یاد آئی تھی اس نے واپس نظر جھکا لی تھی۔

"یہی بیٹا! آپ جا کر آرام کریں۔" رضانا نے کہا۔

"آپ کے ساتھ باتیں کروں گی۔" اس نے بے حد مسکرا کر انہیں دیکھا تو وہ چونک کر شہلا کو دیکھنے لگے جو خود بھی اس کی مسکراہٹ کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں انہیں لگا جیسے وہ اب ریلیکس ہوئی ہو جیسے آمن رضا کی موجودگی اس پر بھاری ہو پھر وہ ان دونوں کے ساتھ اطمینان سے باتیں کرتی رہی اپنے اور سکندر کے بریکسٹ کے متعلق اپنے ہو سٹل کے بارے میں ادھر ادھر کی کئی باتیں پھر شہلانے ڈنر لگوا لیا آمن رضا کا نون آیا تھا کہ وہ در سے گھر آئے گا۔

"مجھے اپنی بیٹی کے آنے کی اتنی خوشی ہو رہی تھی سوچا اس کی پسند کی ڈش بناؤں مگر میں کیسی بد قسمت ماں ہوں جسے یہی نہیں پتہ کہ میری بیٹی کی فیورٹ ڈش کون سی ہے۔ وہ کیا شوق سے کھاتی ہے وہ کیا شوق سے چتی شہلا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"مما آپ کی بیٹی اللہ کی ہر نعمت کو بہت شوق سے

واقعی..... اسے مجھ سے محبت کیوں ہوگی؟"

"یہ راز کوئی نہیں جانتا خوفاً من رضا بھی نہیں جان سکتا کہ اسے مجھ سے محبت کیوں ہوگی؟" وہ پیکٹ سے برآمد ہونے والی چیز کو بغور دیکھ رہی تھی۔

"آمن رضا! تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں شدید محبت کرتی ہوں اور تم سے پہلے سے کرتی ہوں اس وقت سے کرتی ہوں جب تم کسی یمینہ نام کی لڑکی کو جانتے تک نہ تھے کیسا حیرت انگیز انکشاف ہے ناں یہ کہ یمینہ درانی کما آمن رضا سے محبت تھی اور پتہ نہیں کب سے تھی؟ اس کی سوچیں اسے بہت پیچھے لے گئیں۔

جب وہ امریکہ سے آئی تھی کسی بدتر حالت میں اس کی اس نے اپنے پیرنس کا ٹل اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ لوگ جو اسے بہت محبت سے یہاں سے لے کر گئے تھے وہاں تین چار سال بعد اسے بھول گئے تھے پاپا اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ گئے تو ماما نے بولے فرینڈز کے ساتھ خوش ہے اور اس نفسی ہواس کا نام محبت تھا اور اس نے دو ایسے ٹل اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے جنہوں نے محبت کے نام پر سب لٹایا تھا اور ان کے قاتل کوئی اور نہیں ان کے ہی محبت کرنے والے تھے اس نے ان کی محبت کے نظارے بھی دیکھے تھے اور اتفاق سے ٹل بھی دیکھ لیا تو اس کا ذہن انتہائی منشر تھا پاپا نے اسے داؤی ای کے پاس بھیج دیا انہوں نے اس کے مرض کو سمجھا پھر انہوں نے اسے ایک اور محبت میں جتلا کیا اور وہ محبت تھی اللہ سے محبت شاید اس کی قسمت میں اللہ نے ہدایت لکھی تھی سو وہ ہدایت پا گئی وہ تھیں سے برقعہ لینے لگی تھی حالانکہ دو پٹھان نے تانیہ کو دیکھ کر اوڑھنا شروع کیا تھا۔ مگر پردے میں وہ اس سے سبقت لے گئی تھی۔

"یہی بیٹا! آپ جا کر آرام کریں۔" رضانا نے کہا۔

"آپ کے ساتھ باتیں کروں گی۔" اس نے بے حد مسکرا کر انہیں دیکھا تو وہ چونک کر شہلا کو دیکھنے لگے جو خود بھی اس کی مسکراہٹ کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں انہیں لگا جیسے وہ اب ریلیکس ہوئی ہو جیسے آمن رضا کی موجودگی اس پر بھاری ہو پھر وہ ان دونوں کے ساتھ اطمینان سے باتیں کرتی رہی اپنے اور سکندر کے بریکسٹ کے متعلق اپنے ہو سٹل کے بارے میں ادھر ادھر کی کئی باتیں پھر شہلانے ڈنر لگوا لیا آمن رضا کا نون آیا تھا کہ وہ در سے گھر آئے گا۔

"مجھے اپنی بیٹی کے آنے کی اتنی خوشی ہو رہی تھی سوچا اس کی پسند کی ڈش بناؤں مگر میں کیسی بد قسمت ماں ہوں جسے یہی نہیں پتہ کہ میری بیٹی کی فیورٹ ڈش کون سی ہے۔ وہ کیا شوق سے کھاتی ہے وہ کیا شوق سے چتی شہلا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"مما آپ کی بیٹی اللہ کی ہر نعمت کو بہت شوق سے

"یہی بیٹا! آپ جا کر آرام کریں۔" رضانا نے کہا۔

"آپ کے ساتھ باتیں کروں گی۔" اس نے بے حد مسکرا کر انہیں دیکھا تو وہ چونک کر شہلا کو دیکھنے لگے جو خود بھی اس کی مسکراہٹ کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں انہیں لگا جیسے وہ اب ریلیکس ہوئی ہو جیسے آمن رضا کی موجودگی اس پر بھاری ہو پھر وہ ان دونوں کے ساتھ اطمینان سے باتیں کرتی رہی اپنے اور سکندر کے بریکسٹ کے متعلق اپنے ہو سٹل کے بارے میں ادھر ادھر کی کئی باتیں پھر شہلانے ڈنر لگوا لیا آمن رضا کا نون آیا تھا کہ وہ در سے گھر آئے گا۔

اچھی لڑکی کو اپنا کر ساتھ لے جاؤں میں نے اپنے پیرنس سے بات کر لی ہے وہ آپ کو جانتے ہیں اور انہیں میرے فیصلے پر خوشی ہے اب میں آپ کے گھر اپنے والدین کو لانا چاہتا ہوں۔"

"مجھے دیکھئے بغیر آپ نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا۔" وہ حیرت زدہ ہوئی۔

"آپ کو دیکھ لیتا تو شاید یہ فیصلہ کبھی نہ کرتا کیونکہ باحیا بہت سی لڑکیاں ہوتی ہیں لیکن باپردہ بہت کم۔" وہ مسکرایا اور وہ لب بلیج کر رہ گئی۔

"شارق میری دادی کا ابھی چند مہینے پہلے انتقال ہوا ہے اور میری عملی امریکہ میں ہوتی ہے میں....."

"میں سب کچھ جانتا ہوں آپ کے متعلق۔" اس نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"نہیں شارق آپ کچھ بھی نہیں جانتے یمینہ کے بارے میں۔" تانیہ کی آواز پر وہ دونوں پلٹے۔

"یہی بیٹا! آپ جا کر آرام کریں۔" رضانا نے کہا۔

"آپ کے ساتھ باتیں کروں گی۔" اس نے بے حد مسکرا کر انہیں دیکھا تو وہ چونک کر شہلا کو دیکھنے لگے جو خود بھی اس کی مسکراہٹ کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں انہیں لگا جیسے وہ اب ریلیکس ہوئی ہو جیسے آمن رضا کی موجودگی اس پر بھاری ہو پھر وہ ان دونوں کے ساتھ اطمینان سے باتیں کرتی رہی اپنے اور سکندر کے بریکسٹ کے متعلق اپنے ہو سٹل کے بارے میں ادھر ادھر کی کئی باتیں پھر شہلانے ڈنر لگوا لیا آمن رضا کا نون آیا تھا کہ وہ در سے گھر آئے گا۔

"مجھے اپنی بیٹی کے آنے کی اتنی خوشی ہو رہی تھی سوچا اس کی پسند کی ڈش بناؤں مگر میں کیسی بد قسمت ماں ہوں جسے یہی نہیں پتہ کہ میری بیٹی کی فیورٹ ڈش کون سی ہے۔ وہ کیا شوق سے کھاتی ہے وہ کیا شوق سے چتی شہلا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"مما آپ کی بیٹی اللہ کی ہر نعمت کو بہت شوق سے

"یہی بیٹا! آپ جا کر آرام کریں۔" رضانا نے کہا۔

"آپ کے ساتھ باتیں کروں گی۔" اس نے بے حد مسکرا کر انہیں دیکھا تو وہ چونک کر شہلا کو دیکھنے لگے جو خود بھی اس کی مسکراہٹ کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں انہیں لگا جیسے وہ اب ریلیکس ہوئی ہو جیسے آمن رضا کی موجودگی اس پر بھاری ہو پھر وہ ان دونوں کے ساتھ اطمینان سے باتیں کرتی رہی اپنے اور سکندر کے بریکسٹ کے متعلق اپنے ہو سٹل کے بارے میں ادھر ادھر کی کئی باتیں پھر شہلانے ڈنر لگوا لیا آمن رضا کا نون آیا تھا کہ وہ در سے گھر آئے گا۔

"مجھے اپنی بیٹی کے آنے کی اتنی خوشی ہو رہی تھی سوچا اس کی پسند کی ڈش بناؤں مگر میں کیسی بد قسمت ماں ہوں جسے یہی نہیں پتہ کہ میری بیٹی کی فیورٹ ڈش کون سی ہے۔ وہ کیا شوق سے کھاتی ہے وہ کیا شوق سے چتی شہلا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"مما آپ کی بیٹی اللہ کی ہر نعمت کو بہت شوق سے

"یہی بیٹا! آپ جا کر آرام کریں۔" رضانا نے کہا۔

تانیہ نے اسے کوئی اچھی امید نہیں دلائی تھی اس روز گھر آ کر اس نے ظہر کی نماز میں اپنی دعا بدلتی تھی پہلے وہ ہمیشہ کہتی تھی۔

”یارب عزوجل مجھے نیک ہم سفر عطا فرما۔“ لیکن اس روز سے اس کی دعا بدل گئی۔

”یارب عزوجل میرے ہم سفر کو ہدایت عطا فرما۔“ اور اسے اپنی دعاؤں کی قبولیت کا یقین تھا جن دنوں وہ ڈاکٹر بنی تھی تب ہی اس کی فیملی واپس آ گئی تھی۔ سب اسے دیکھ کر کس قدر حیرت زدہ ہوئے تھے ان کے چند ہمینوں بعد وہ شخص آ گیا جس کے لیے وہ پچھلے تین سالوں سے ہدایت کی دعا مانگ رہی تھی۔ اس وقت وہ تہجد کی نماز پڑھ رہی تھی جب باہر باران بہنے لگا۔

اتنی رات کو کون آ گیا اس نے حیرت سے سوچا حالانکہ یہ فیملی رات کو ہی گھر لوٹی تھی مگر ایسا شور مچا نہ ہوتا تھا۔ اسے تجسس ہوا وہ دروازے پر آئی تھی۔

”آمن مائی سن واٹ آ سر پر ائرز۔“ ہاشم اسے گلے لگائے کھڑے تھے اس کے لیے وہاں سے ہٹنا مشکل ہو گیا۔

”خوب صورت تو بلاشبہ ہے مگر نیک سیرت ہرگز نہیں۔“ تانیہ کی آواز اسے گویا ہوش میں لائی تھی۔

”یا اللہ عزوجل تیرا ہر فیصلہ مجھے دل و جان سے قبول ہے اگر یہ شخص میرا مقدر ہے تو تو اسے نیک بنا دے مالک اپنی راہ پر چلا لے۔“ آمن رضا کا چہرہ بند پلکوں پر سجائے وہ اس کے لیے دعا گو تھی پھر آمن رضا کو وہاں آئے ایک ہفتہ ہو گیا اگر اس عرصے میں اس نے یمینہ کو نہیں دیکھا تھا تو یہ اتفاق نہیں تھا یمینہ کی اپنی کوشش تھی وہ آمن رضا کا سامنا نہیں چاہتی تھی وہ جتنا اس کے عشق میں مبتلا ہو رہی تھی اتنا ہی اس کی سیرت سے بدظن ہو رہی تھی اور جب آمن رضا کی اس پر نظر پڑی تو کیا ہوا؟ اسے حیرت تھی اپنے گھر والوں پر جنہوں نے ان دونوں کو اس نکاح کے بارے میں نہیں بتایا تھا اس نے آمن رضا سے دو ٹوک انداز میں بات کرنا ضروری سمجھا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ

اس کے نرم لہجے پر وہ اس کی طرف راغب ہو اور یہی اس کی غلط فہمی ثابت ہوئی نرم لہجہ اور اپنی طرف کھینچتی ادا میں تو اس نے بہت دیکھی تھیں یمینہ کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ اس کا سخت لہجہ ہی تھا اس کا دل بھی طلاق کا طلب گار نہ ہوا لیکن اپنی زبان سے بارہا وہ اس لفظ کو ادا کرتی رہی یہی تھی تھی کہ وہ اسے چھوڑ دے گا۔ اسے علم تھا کہ وہ اس کی ضد بنتی جا رہی ہے پھر آمن سے زبردستی لے گیا لیکن وہ سب کچھ چھوڑ گئی تب اس پر آشرف ہوا کہ اسے آمن رضا سے محبت ہے ہوا یوں تھا کہ نشاء نے سکندر سے اپنی محبت کا اظہار کے لیے آنکھیں بند کر کے جو نظر آئے وہ بتانے کے لیے کہا تھا سکندر کے جواب پر وہ سب ہنسے تھے سکندر کے جانے کے بعد اس نے نشاء کو چھینا تو اس نے اسے پیٹنے لگا اور اس رات جب وہ بستر پر لیٹی تو اسے نشاء کا فلسفہ یاد آیا اسے ایک بار پھر پھرتی آئی۔

”مجھے سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟“ اس نے آنکھیں بند کر کے سوچا اور اگلے پل ہی ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں۔

”آمن رضا۔“ وہ ساکت رہ گئی۔

”وہ..... وہ کیوں نظر آیا..... اس کا یہاں کیا ذکر۔“ وہ پریشان ہو گئی اسی وقت اٹھ کر نفل نماز ادا کی۔

”یارب عزوجل تو رحمان ہے تو رحیم ہے تو مجھے بخشے والا ہے تو مجھے بخش دے میں اس شخص سے نجات پا چکی ہوں پھر میرے دل کو بھی اس کے حصار سے نجات عطا فرمایا اسے سن لے مجھ اپنی امان میں رکھا اپنے پسندیدہ لوگوں میں میرا شمار کر دے۔ وہ بہت دیر تک روتی رہی اپنے دل سے اس کی محبت نکل جانے کی دعا کرتی رہی بی بی جان جب اس کی طلاق کی بات کرتی تھیں وہ تڑپ ہی جاتی تھی وہ چاہ کر بھی آمن رضا سے طلاق نہیں چاہتی تھی اس کے ساتھ رہنا تو نہ ممکن تھا لیکن اس کے بنا رہنا بھی مشکل تھا اور اب اس کے رب نے اس پر کرم کر دیا تھا۔ وہ شخص ہدایت پا گیا جس سے وہ محبت کرتی تھی اور بہت محبت کرتی تھی۔



وہ جس وقت گھر میں داخل ہوا ساڑھے بارہ ہو رہے تھے وہ پایا کے روم کی طرف آ گیا کیونکہ اسے لگا یمینہ یہی موجود ہوگی لیکن پایا گہری نیند سو رہے تھے اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا پھر ان کا کبل ٹھیک کر کے وہ اپنے کمرے کی طرف آ گیا کیونکہ شہلا کے کمرے کی بھی لائٹ آف تھی۔ جب وہ اسے پہلی بار لایا تھا تب وہ شدید غصے میں تھا لیکن آج وہ بے حد کنفیوز تھا دروازہ کھولتے اسے جھٹکا لگا پورا روم پھولوں سے مہک رہا تھا۔

”پاپا بھی ناں.....“ بے حد جھجکتے ہوئے اس نے اندر قدم رکھا تھا یمینہ اسے کہیں نظر نہ آئی وہ چند قدم آگے بڑھا تب ہی پچھتے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اس نے پلٹ کر دیکھا اور ساکت رہ گیا..... وہ یمینہ تھی..... اسے یقین ہی نہیں آیا کہ وہ یمینہ ہے..... لائٹ میک اپ میں بال کھولے اور پھولوں کا زیور پہنے وہ کہیں کی شہزادی لگ رہی تھی۔

”یمینہ.....!“ اسے لگا وہ بے ہوش ہو جائے گا تب وہ مسکرا کر چند قدموں کا فاصلہ مٹاتے ہوئے اس کے نزدیک آئی۔

”اتنی حیرت سے آنکھیں کھولے کیا دیکھ رہے ہیں قرآن پاک کو ترجمہ سے پڑھا ہے کبھی؟“ اس کا لہجہ بہت بے تکلفانہ تھا آمن رضا کی آنکھوں کے ساتھ منہ بھی کھل گیا۔

”قرآن پاک میں حکم ہے کہ عورتیں اپنا سنگھار اپنے شوہروں کے لیے کریں تو میں رب کے احکام بجالا رہی ہوں آپ منہ اور آنکھیں پھاڑے یوں دیکھ رہے ہیں جیسے کبھی کبھد دیکھا ہی نہ ہو۔“

”تم کیا چیز ہو یمینہ.....!“ وہ جملہ جو پہلے بھی وہ بارہا ادا کر چکا تھا اس کے منہ سے یہ اختیار نکلا تو وہ ٹھٹھکا کر بس بڑی اور آمن رضا کو اپنی بے قراری کی وجہ سمجھا گئی۔ یمینہ کی خاموشی اس کو بے قرار کر رہی تھی۔

”میں تمہیں کبھی سمجھ نہیں سکتا۔“
”اور میں چاہوں گی کبھی نہیں آپ مجھے سمجھ سکیں۔“

”کیوں.....؟“ اس کی یہ بے تکلفی اسے حیران کیے دے رہی تھی۔

”کیونکہ جو چیز آپ مردوں کی سمجھ میں آ جائے اس میں آپ کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔“

”تو تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے لیے دلچسپی رکھتا ہوں۔“ اس کا بولنا اسے حیران کر رہا تھا۔

”کیا کہہ سکتی ہوں۔“ اس نے کندھے اچکائے۔

”کیا یہ نہیں کہہ سکتی ہو کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔“ اس کی بات پر اس نے مسکرا کر نظر جھکا لی۔ آمن رضا نے اسے بازوؤں کے گھیرے میں لیا اور اس کے کندھے پر سر رکھا دیا۔

”یمینہ جانتی ہو مجھے تم سے کیوں محبت ہوئی؟“

”ہاں جانتی ہوں۔“ اس نے لہجہ بھی جواب میں نہ لگایا۔

”کیوں؟“

”کیونکہ میرے رب نے اسی میں میری بہتری لکھی تھی۔“

”تم نے کبھی میرے متعلق نہیں سوچا ہوگا یمینہ لیکن کیا تم اب مجھ سے محبت کرو گی۔“ اس کے کندھے پر سے سر اٹھاتے ہوئے اس نے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس نے نظر س جھکا لیں۔

”بتاؤ ناں یمینہ تم اب مجھ سے محبت کرو گی۔“ وہ بھند ہوا۔

”نہیں کرو گی۔“ اس کے جواب پر آمن رضا کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

”میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں آمن میں اپنے شوہر سے اس وقت سے محبت کرتی ہوں جب سے مجھے اپنے نکاح کے بارے میں پتہ چلا اور مجھے اپنے نکاح کا علم چھ سال پہلے ہوا تھا۔“

”تنت..... تم..... یمینہ.....“ وہ ہٹکایا کیا وہ یقین کر سکتا تھا کہ وہ اس سے چھ سال پہلے سے اس سے محبت کرتی تھی نہیں کبھی نہیں وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا۔

”جملہ تو پورا کیجئے ناں۔“ وہ شرارت سے بولی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں؟

- ✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریچ
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائٹوں میں اپلوڈنگ
- ✧ سیریم کوالٹی، تارنل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریچ
- ✧ ایڈفری لنکس، لنکس کو میسج کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

✦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

✦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں www.paksociety.com

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

”تم کیا چیز ہو سیدہ“ وہ بے چارگی سے بولا۔
 ”آپ کی محبت ہوں۔“ اس کے برجستہ جواب پر وہ بے اختیار ہنس پڑا تو سیدہ نے ہنستے ہوئے اس کے سینے میں چہرہ چھپالیا اور آمن رضا اس کے گرد اپنا حصار کرتے ہوئے اپنے رب کا شکر گزار ہوا۔
 ”میرے رب تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے ہدایت والے راستے پر چلا دیا اور مجھے دنیا کی بہت سی نیکی عورتوں میں سے ایک نیک عورت عطا کر دی دنیا کی بہترین نیک عورت مجھے دے کر دنیا کو میرے لیے جنت بنا دیا میرے رب تیرا شکر ہے“

جس عورت کو پردے کا شوق ہو وہ گھر میں بیٹھے۔ وہ سوچتے ہیں کہ اور ایسی ہی سوچ اور بھی لوگوں کی ہوگی لیکن اگر اسلامی تواریخ کا مطالعہ کیا جائے تو آپ حیران رہ جائیں گے بہت سی باپردہ صحابیات تجارت جیسا بزنس کرتی تھیں جنس لوگ کہتے ہیں کہ ”کفار بہت آگے نکل چکے ہیں پردے پر نئے مسلمانوں کی ترقی میں رکاوٹ ہے۔“ میں پھر کہوں گی آپ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں جب تک مسلمانوں میں شرم و حیا اور پردے کا دور دورہ رہا تب تک وہ فتوحات پر فتوحات کرتے چلے گئے یہاں تک کہ دنیا کے بے شمار ممالک پر پرچم اسلام لہرانے لگا۔ پردہ نشین ماؤں نے بڑے بڑے بہادر جرنیل و سپہ سالار عظیم حکمران غلامانے رہائین اور اربابانے کاہلین کو جنم دیا الغرض جب تک پردہ قائم تھا اور عفت ماب خواتین چادر اور چادر نیواری کے اندر تھیں مسلمان خوب ترقی کی منازل طے کرتا رہا اور کافروں پر ہمیشہ غالب رہا جب سے کفار کے ٹکروں فریب کے زیر اثر آ کر مسلمانوں نے بے پردگی کا سلسلہ شروع کیا ہے مسلسل تنزل کے گہرے گڑھے میں گرتے چلا جا رہے ہیں کل تک جو کفار بد انجام مسلمان کے نام سے لرزہ بر اندام تھے آج وہ مسلمانوں کی بے پردگیوں اور بد عملیوں کے باعث غالب آچکے ہیں۔ اسلامی ممالک پر باقاعدہ جارحانہ حملے ہو رہے ہیں اور ظالمانہ قبضے کیے جا رہے ہیں مگر مسلمان ہے کہ ہوش کے ناخن نہیں لیتا۔

آنچل جولائی ۲۰۱۵ء ۷۰



پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی ویب سائٹ

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ☆ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریزیوم ایبل لنک
- ☆ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر ویو
- ☆ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریخ
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ☆ سپریم کوالٹی، ہارل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ☆ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریخ
- ☆ ایڈفری لنکس، لنکس کو میسج کمانے کے لئے شریک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں www.paksociety.com

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety

سے باندھا بندھ گئی بھلے ہی وہ اپنے شوہر سے زبان نہ چلاؤ تھی بھلے وہ اپنے سسرال کا ہر ستم ہنس کر سہتی تھی لیکن اپنے سب سے بڑے دشمن کو مات بھی تو دے دی تھی پچھلی صدی کی عورت پارہ تھی وہ سب سے بڑے دشمن شیطان سے جنگ کرتی تھی۔

’بیک ورڈ‘ آخر اس لفظ میں ایسا کیا ہے کہ مسلمانوں کوئی بھی طبقہ اسے اپنے اوپر چسپاں کرنا پسند نہیں کرتا چاہے وہ غریب ہو یا امیر آخر کیا برائی ہے اس لفظ میں ہزار بار غور کرنے پر بھی میری سمجھ میں نہ آسکا۔ ’بیک ورڈ‘ اس لفظ کی تشریح ایک شخص نے کی تھی۔

’کنوئیں کا مینڈک جو اس کنوئیں سے باہر آنا نہیں چاہتا۔‘ یہ کہتے ہوئے یہ نہیں اس شخص نے یہ کہاں نہ سوچا کہ یہ کنواں اس مینڈک نے خود کو نہیں بنایا۔ ہے لیکن اس کنوئیں میں وہ مینڈک محفوظ ہوتا ہے۔

ہمارا مذہب ہماری شریعت ہمارا کنواں ہے اور اس کے دائرے میں رہنے والا مومن ہے اور جو اس دائرے کو کھار کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے لیے قرآن میں ارشاد ربانی ہے ”وہ حد سے بڑھ جانے والوں میں سے ہیں کیوں ڈر نہیں لگتا اس دائرے کو کھار کرنے والوں کو کیوں اللہ کے خوف سے ان کا بدن نہیں لرزتا۔“

”اللہ جسے چاہے عزت دے اللہ جسے چاہے ذلت دے۔“

ہاں یہ ٹھیک ہے اللہ جسے چاہے ہدایت دے اللہ جسے چاہے گمراہی میں مبتلا کر دے اور اس کے دل پر مہر لگا دے۔

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ہدایت دی میرے شوہر کو ہدایت دی اللہ سے دعا ہے کہ کل مومن و مومنین کو ہدایات عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ اللہ جب کسی انسان کے حق میں بہتری چاہتا ہے تو اسکا اپنی راہ پر لگایا ہے۔“



سینما دیکھتی ہے آج وہ ہمیشہ کے ساتھ..... افسوس مسلمان عورتوں کی اکثریت نے مردوں کے شانہ بہ شانہ چلنے کی ناپاک دھن میں حیا کی چادر اتار رکھی ہے اور اب دیدہ زیب ساڑھیوں، نیم عریاں عماروں مردانہ وضع کے لباسوں مرد جیسے بالوں کے ساتھ شادی ہالوں، ہٹوں، تفریح گاہوں اور سینما گھروں میں اپنی آخرت برباد کرنے میں مشغول ہیں خدا کی قسم اس موجودہ روش میں نہ ترقی ہے اور نہ کامیابی..... ترقی اور کامیابی صرف اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کرتے ہوئے اس مختصر ترین زندگی کو سنتوں کے مطابق گزارنے میں ہے اور ہماری کامیابی ایمان سلامت لیے قبر میں جانے اور جہنم کے ہولناک عذاب سے بچ کر جنت الفردوس پانے میں ہے کہ ہمارا رب عزوجل خود ہم سے کہہ رہا ہے۔

’جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا‘

یہ اللہ کا حکم قرآن ہم تک پہنچا رہا ہے اب وہ کون سی چیز ہے جس نے ہمیں نیک عمل سے روکا ہے۔ یہ دین ابد تک کے لیے ہے اس لیے کوئی ایسا وقت اب نہیں آسکتا کہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں حلال ہو جائیں یا ان پر مرتب ہونے والے نقصانات ختم ہو جائیں بعض آزمائش عورت و مرد کہتے ہیں علمائے کرام عورتوں کو چار دیواری میں بٹھا دینا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ دنیا کے کسی عالم دین کا نہیں رب العالمین کا ارشاد ہے۔

’اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ ہو۔‘ سنا آپ نے یہ کوئی اور نہیں ہم سے ہمارا رب کہہ رہا ہے آج کی عورت لڑتی ہے وہ لڑ بھی سکتی ہے تو پھر وہ اپنی سچ جنگ کیوں نہیں لڑتی ہے وہ کیوں پردہ کر کے شیطان سے اعلان جنگ نہیں کرتی آج کی عورت کہتی ہے ”پچھلی صدی کی عورت کمزور تھی اس لیے اس پر ظلم و ستم ہوتے تھے آج کی عورت خود کو کوئی ظلم برداشت نہیں کرے گی“ جبکہ میرا خیال ہے کہ پچھلی صدی کی عورت مضبوط تھی بھلے وہ ماں باپ کے لیے ایک کمزور حیثیت رکھتی تھی کہ جس کھونٹے

